سلسلہ : رسائلِ فتاوٰی رضویہ

جلد: نوّیں

رسالہ نمبر 6

اھلاک الوھابیین
علٰی توھین قبور المسلمین
۱۳۲۲ھ

(قبورِ مسلمین کی توہین کی بِنا پر وہابیوں کی سرکوبی)

پیشکش: مجلسِ آئی ٹی (دعوتِ اسلامی)

رسالہ

اھلاک الوھابیین علٰی توھین قبور المسلمین ۱۳۲۲ھ

(قبور مسلمین کی توہین کی بنا پر وہابیوں کی سرکوبی)

مسئلہ ۱۳۸ب: علمائے دین ومفتیان شرعِ متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک گورستان (اہلسنت) قدیم کی (پرانی) قبروں کو عمداً کھود کراپنے رہنے کے لیے مکان بنانا موافق مذہب حنفی کے جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسا کرنے میں اہل قبور کی توہین واہانت ہوگی یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

ومنہ الھدایۃ الی الحق والصواب

جاننا چاہئے کہ انبیاء واولیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام وعامہ مومنین اہلسنت کے ساتھ جو قلبی عداوت فرقہ نجدیہ وہابیہ کو ہے ایسی اور کسی فرقہ مبتدعہ کو نہیں ہے، اسی وجہ سے اس فرقہ محدثہ کے اکابر ملاعنہ کی تصانیف اباطیل اہانتِ محبوبانِ خدا سے بھری پڑی ہیں، جس کا جی چاہے وہ نجدی ملا اسمٰعیل دہلوی وصدیق حسن بھوپالی وخرم علی ورشید گنگوہی وغیرہ کی تالیفاتِ باطلہ اٹھا کر دیکھ لے کہ قسم قسم کی اہانتوں سے پر ہیں۔ منجملہ ان کے ایک اہانت قبور انبیاء وشہداء واولیاء علیہم السلام کا منہدم ونابود تابمقدور کرنا اس فرقے کا شعار ہوگیا ہے۔

شیخ نجدی نے روضۂ اقدس کو گرانے کا ارادہ کیا تھا

علامہ احمد بن علی بصری کتاب فصل الخطاب فی رد ضلالات ابن عبدالوھاب میں فرماتے ہیں:

منها انه صح انه يقول لواقدر على حجرة الرسول صلی الله تعالٰی علیه وسلم لهد متها[1]۔	ان میں سے ایک یہ بات صحیح ہے کہ وہ کہتا ہے میں اگر قدرت پاؤں تو روضہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو توڑ دوں۔(ت)

شیخ نجدی نے شہداء وصحابہ کرام کے مزار توڑنے

اور یہی علامہ بصری ایک دوسرے مقام میں لکھتے ہیں:

اقول: تهديم قبور شهداء الصحابة المذكورين لاجل البناء علٰی قبورهم ضلالةای ضلالته انتهی مختصرا[2]۔	یعنی نجدی کا شہداء صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی قبور کو قبّوں کی وجہ سے توڑ ڈالنابڑی ضلالت اور گمراہی اس نجدی کی ہے(بالاختصار)۔(ت)

اور یہی علامہ مذکور تیسرے مقام میں لکھتے ہیں:

قال بعضهم ولوكان المبنی علیه مشهورا بالعلم والصلاح اوكان صحابيا وكان المبنی علیه قبّة وكان البناء علٰی قدر قبره فقط ینبغی ان لا یهدم لحرمة نبشه وان اندرس اذا علمت هذا فهذ البناء علٰی قبور هٰؤلاء الشهداء من الصحابة رضی الله تعالٰی عنهم لا یخلو اما ان یكون واجبًا اوجائزًا بغیر كراهة وعلٰی كل فلا یقدم علی الهدم الأرجل مبتدی ضال لاستلزامه انتهاك حرمة اصحاب رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم الواجب علٰی كل مسلمٍ محبتهم ومن محبتهم وجوب توقیرهم وای توقیر هم عند من هدم قبور هم حتی بدت ابدانهم واكفانهم كما ذكر بعض	بعض علماء نے فرمایا کہ صاحب قبّہ اگر کوئی مشہور عالم، متقی یا صحابی ہے اور قبّہ صرف قبر کے برابر ہو تو اسے منہدم نہ کرنا چاہیے کیونکہ خواہ اس کا نشان بھی کیونہ مٹ جائے مگراس کا کھولنا جائز نہیں اب آپ معلوم ہونا چاہئے کہ ان شہید صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی قبور پر عمارات بنانا یا تو واجب ہوگا یا بلاکراہت جائز۔ اور بہر صورت منہدم کرنا جائز نہیں، اور یہ صرف وہی شخص کرسکتا ہے کو بدعتی اور گمراہ ہو کیونکہ اس سے اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بے حرمتی ہوتی ہے، حالانکہ ان کی تعلیم اور توقیر ہر مسلمان پر واجب ہے، اب وہ لوگ تعظیم کرنے والے کیسے قرار پاسکتے ہیں جنھوں نے شہداء کی قبور کھود ڈالیں جبکہ بعض کے جسم

[1] فصل الخطاب فی ردّ ضلالات ابن عبدالوہاب

[2] فصل الخطاب فی ردّ ضلالات ابن عبدالوہاب

علماء نجد فی سوال ارسلہ الی انتھی مختصرا[3]۔	اور کفن بھی ظاہر ہوگئے، جیساکہ بعض علماء نجد نے اس سوال کے جواب میں ذکر کیا اھ مختصرًا

وہابیہ رُوسیاہ کے نزدیک انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام معاذاللہ منہامر کر مٹی ہوگئے ہیں

ان بد بختوں کے نزدیک ظاہری موت کے بعد یہ بالکل بے حس وبے شعور ہوجاتے ہیں اور مر کر معاذاللہ (پناہ بخدا) مٹی میں مل جاتے ہیں، ملّا اسمٰعیل دہلوی اپنی کتاب تفویت الایمان کے صفحہ ۶۰ میں حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شانِ ارفع واعلٰی میں بکتا ہے کہ: "میں عــہ بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والاہوں[4]"۔جب سید المرسلین علیہ الصلٰوۃ والسلام کی نسبت ان ملاعنہ کاایسا ناپاک خیال ہے اوران کے روضہ اطہر اور شہداء وصحابہ کرام علیہم الرضوان کی قبور کو منہدم کرنے کا بیہودہ خیال ہے تو باقی اموات عامہ مومنین صالحین کی نسبت پوچھنا کیاہے۔جب قبور مومنین بلکہ اولیاء علیہم السلام اجمعین کاتوڑنا اور منہدم کرنا شعارِ نجدیہ وہابیہ ہواتو کسی کو جائز نہیں ہے کہ وہ صورت مسئولہ میں قبور مومنین اہلسنت کوتوڑ کر بلکہ ان کو کھود کر ان پر اپنی رہائش وآسائش کے مکان بناکر ان میں لذاتِ دنیا میں مشغول ومنہمک ہو، جو قطعًا ویقینا اصحاب قبور کوایذا دینا اوران کی اہانت اور توہین کرنا ہے جو کسی طرح جائز نہیں۔

اہلسنت کے نزدیک انبیاء وشہداء واولیاء اپنے ابدان مع اکفان کے زندہ ہیں

اہلسنت کے نزدیک انبیاء وشہداء علیہم التحیۃ والثناء اپنے ابدان شریفہ سے زندہ ہیں بلکہ انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کے ابدانِ لطیفہ زمین پر حرام کئے گئے ہیں کہ وہ ان کو کھائے،اسی طرح شہداء واولیاء

عــہ: سابقًا علامہ بصری علیہ الرحمۃ کے قول میں گزراکہ نجدی نے جب قبور شہداءِ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو شہید کیاتو ان میں ان کے کفن اور بدن شریف سب سلامت تھے،اور صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو مدفون ہوئے تخمینًا بارہ سو سال گزر چکے تھے، پس ہزار تف ہے ملّا اسمٰعیل اوراس کے مقلدین وہابیہ رُوسیاہ پر کہ ان کاایسا ناپاک عقیدہ ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ذات اقدس واطہر کے ساتھ کہ جو مسلمان کی شان کے خلاف ہے۔اللہ تعالٰی اہلسنت کوان کی صحبتِ بد سے بچائے۔امین!

[3] فصل الخطاب فی ردّ ضلالات ابن عبدالوہاب

[4] تقویۃ الایمان مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ، لاہور ص ۴۲

علیہم الرحمۃ والثناء کے ابدان وکفن بھی قبور میں صحیح وسلامت رہتے ہیں وہ حضرات روزی ورزق دئے جاتے ہیں، علامہ سبکی شفاء السقام میں لکھتے ہیں:

وحیاۃ الشھداء اکمل واعلیٰ فھذا النوع من الحیاۃ والرزق لایحصل لمن لیس فی رتبتھم، وانما حیاۃ الانبیاء اعلیٰ واکمل واتم من الجمیع لانھا للروح والجسد علی الدوام علی ماکان فی الدنیا[5]	شہداء کی زندگی بہت اعلی ہے، زندگی اور رزق کی یہ قسم ان لوگوں کو حاصل نہیں ہوتی جوان کے ہم مرتبہ نہیں اور انبیاء کی زندگی سب سے اعلی ہے اس لیے کہ وہ جسم وروح دونوں کے ساتھ ہے جیسی کہ دنیا میں تھی اور ہمیشہ رہے گی۔

اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں: "

اولیاء اللہ گفتہ اند ارواحنا اجسادنا یعنی ارواح ایشاں کار اجساد مے کنند وگاہے اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح مے برآید، می گویند کہ رسول خدا راسایہ نبود (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) ارواح ایشاں از زمین وآسمان وبہشت ہر جاکہ خواہند مے روند، وبسبب ایں ہمیں حیات اجساد آنہارا در قبر خاک نمی خورد بلکہ کفن ہم می ماند، ابن ابی الدنیا از مالک روایت نمود ارواح مومنین ہر جاکہ خواہند سیر کنند، مراد از مومنین کاملین اند، حق تعالٰی اجسادِ ایشاں راقوتِ ارواح مے دہد کہ دو قبور نماز میخوانند (اداکنند) وذکر می کنند وقرآن کریم مے خوانند[6]"	اولیاء اللہ کا فرمان ہے کہ ہماری روحیں ہمارے جسم ہیں۔ یعنی ان کی ارواح جسموں کا کام دیا کرتی ہیں اور کبھی اجسام انتہائی لطافت کی وجہ سے ارواح کی طرح ظاہر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ ان کی ارواح زمین آسمان اور جنت میں جہاں بھی چاہیں آتی جاتی ہیں، اس لیے قبروں کی مٹی ان کے جسموں کو نہیں کھاتی ہے بلکہ کفن بھی سلامت رہتا ہے۔ ابن ابی الدنیاء نے مالک سے روایت کی ہے کہ مومنین کی ارواح جہاں چاہتی ہیں سَیر کرتی ہیں۔ مومنین سے مراد کاملین ہیں، حق تعالٰی ان کے جسموں کو روحوں کی قوت عطا فرماتا ہے تو وہ قبروں میں نماز ادا کرتے اور ذکر کرتے ہیں اور قرآن کریم پڑھتے ہیں۔

اور شیخ الہند محدث دہلوی علیہ الرحمۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

اولیاء خدائے تعالٰی نقل کردہ شدند ازیں دار فانی بدار بقا	اللہ تعالٰی کے اولیاء اس دار فانی سے دار بقا کی طرف

---

[5] شفاء السقام الفصل الرابع من الباب التاسع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۰۶

[6] تذکرۃ الموتی والقبور اردو ارواح کے ٹھہرنے کی جگہ نوری کتب خانہ نوری مسجد اسلام گنج لاہور ص ۷۵

وزندہ اند نزد پروردگار خود، ومرزوق اند وخوشحال اند، ومردم را ارزاں شعور نیست [7]۔	کوچ کرگئے ہیں اور اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں، انھیں رزق دیا جاتا ہے، وہ خوش حال ہیں، اور لوگوں کو اس کا شعور نہیں۔

اور علّامہ علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

لافرق لھم فی الحالین ولذ قیل اولیاء اللہ لایموتون ولکن ینتقلون من دارٍ الٰی دار [8] الخ	اولیاء اللہ کی دونوں حالتوں (حیات وممات) میں اصلاً فرق نہیں' اسی لیے کہا گیا ہے کہ وہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں تشریف لے جاتے ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے شرح الصدور میں اولیائے کرام علیہم الرضوان کی حیات بعد ممات کے متعلق چند روایات مستندہ لکھی ہیں جو یہاں نقل کی جاتی ہیں: امام عارف باللہ استاذ ابوالقاسم قشیری قدہ سرہ، اپنے رسالے میں بسند خود حضرت ولی مشہور سیدنا ابوسعید خراز قدس اللہ ثرہ المتاز سے روای ہے کہ میں مکہ معظہ میں تھا، بابِ بنی شیبہ پر ایک جوان مُردہ پڑا پایا، جب میں نے اس کی طرف نظر کی تو مجھے دیکھ مسکرایا اور کہا:

یاابا سعید اماعلمت ان الاحبّا احیاء وان ماتو ا وانما ینقلون من دارٍ الٰی دار [9]۔	اے ابوسعید! کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے زندہ ہیں اگرچہ مرجائیں، وہ تو یہی ایک گھر سے دوسرے گھر میں بدلائے جاتے ہیں۔

وہی عالی جناب حضرت سیدی ابوعلی قدس سّرہ، سے راوی ہیں: میں نے ایک فقیر کو قبر میں اتارا، جب کفن کھولا ان کا سر خاک پر رکھ دیا کہ اللہ تعالیٰ ان کی غربت پر رحم کرے۔ فقیر نے آنکھیں کھول دیں اور مجھ سے فرمایا: یاابا علی اتذللنی بین یدی من یدللنی (اے ابوعلی! تم مجھے اس کے سامنے ذلیل کرتے ہو جو میرے ناز اٹھاتا ہے) میں عرض کی: اے سردار میرے! کیا موت کے بعد زندگی ہے؟ فرمایا: بل انا حیّ وکل محب اللہ حی لانصرنك بجاھی غدا [10] (میں زندہ ہوں، اور خدا کا ہر پیارا زندہ ہے، بیشک وہ وجاہت وعزت جو مجھے روز قیامت ملے گی اس سے میں تیری مدد کروں گا)

[7] اشعۃ اللمعات کتاب الجہاد باب حکم الاسراء مطبع تیج کمار لکھنؤ ۳/ ۴۰۲
[8] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب الجمعۃ فصل الثالث مطبع امدادیہ ملتان ۳/ ۲۴۱
[9] شرح الصدور باب زیارۃ القبور وعلم الموتٰی خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۸۶
[10] شرح الصدور باب زیارۃ القبور وعلم الموتٰی خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۸۶

وہی جنان مستطاب حضرات ابراہیم بن شیبان قدس سرہ، سے راوی: "میرا ایک مرید جوان فوت ہوگیا، مجھ کو سخت صدمہ ہوا، نہلانے بیٹھا، گھبراہٹ میں بائیں طرف سے ابتداء کی، جوان نے وہ کروٹ ہٹا کر اپنی دہنی کروٹ میری طرف کی، میں نے کہا: جان پدر! تو سچا ہے مجھ سے غلطی ہوئی"۔[11]

وہی امام، حضرت ابویعقوب سوسی نہرجوری قدس سرہ، سے راوی: "میں نے ایک مرید کو نہلانے کے لیے تختے پر لٹایا اس نے میرا انگوٹا پکڑلیا۔ میں نے کہا: جان پدر! میں جانتا ہوں کہ تو مردہ نہیں یہ تو صرف مکان بدلنا ہے، لے میرا ہاتھ چھوڑدے"۔[12]

مکہ معظّمہ میں ایک مرید نے مجھ سے کہا: پیر مرشد! میں کل ظہر کے وقت مرجاؤں گا، حضرت ایک اشرفی لیں، آدھی میں میرا دفن اور آدھی میں میرا کفن کریں۔ جب دوسرا دن ہوا اور ظہر کا وقت آیا مرید مذکور نے آکر طواف کیا، پھر کعبے سے ہٹ کر لیٹا تو روح نہ تھی، میں نے قبر میں اتارا۔ آنکھیں کھول دیں۔ میں نے کہا: کیا موت کے بعد زندگی؟ کہا: اَنَا حَیٌّ وَکُلُّ مُحِبِّ اللهِ حَیٌّ[13] (میں زندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ہر دوست زندہ ہے)۔

نامناسب افعال کرنے سے اموات مسلمین کو ایذا ہوتی ہے۔

اور بعض عامہ مومنین اور بقیہ اموات کے ابدان گو سلامت نہ رہتے ہوں تاہم ان کی قبور پر بیٹھنے بلکہ ان پر تکیہ لگانے اور قبرستان میں جوتوں کی آواز کرنے سے ان کو ایذا ہوتی ہے۔ احادیثِ صحیحہ سے یہ امر ثابت بلاریب ہے۔ حاکم وطبرانی عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا، فرمایا:

یاصاحب القبر، انزل من علی القبر لاتؤذی صاحب القبر ولا یؤذیك[14]۔	اور قبر والے! قبر سے اتر آ، نہ تو صاحب قبر کو ایذا دے نہ وہ تجھے۔

سعید بن منصور اپنی سنن میں راوی: کسی نے حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا، فرمایا:

کما اکرہ اذی المؤمن فی حیاتہ فانی	مجھ کو جس طرح مسلمان زندہ کی ایذا ناپسند ہے

[11] شرح الصدور باب زیارۃ القبور وعلم الموتی خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۶
[12] شرح الصدور باب زیارۃ القبور وعلم الموتی خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۶
[13] شرح الصدور باب زیارۃ القبور وعلم الموتی خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۶
[14] شرح الصدور بحوالہ الطبرانی والحاکم باب تأذیہ بسائرہ وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶

اکرہ اذاہ بعد موتہ[15]۔	یوں ہی مردہ کی۔

امام احمد علیہ الرحمۃ بسندِ حسن انھیں حضرت عمر بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی: سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا، فرمایا: لا تؤذی صاحب ھذاالقبر (اس قبر والے کو ایذانہ دے) یا فرمایا: لا تؤذہ[16] (اسے تکلیف نہ پہنچا) اس ایذا کا تجربہ بھی تابعین عظام اور دوسرے علماء کرام نے جو صاحب بصیرت تھے کرلیا ہے۔ ابن ابی الدنیا ابو قلابہ بصری سے راوی: میں ملک شام سے بصرہ کو جاتا تھا، رات کو خندق میں اترا، وضو کیا، دو رکعت نماز پڑھی، پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو گیا، جب جاگا تو صاحب قبر کو دیکھا کہ مجھ سے گلہ کرتا ہے اور کہتا ہے: لقد اذیتنی منذ اللیلۃ[17] (اے شخص! تو نے مجھ کو رات بھر ایذادی)۔ امام بیہقی دلائل النبوۃ میں اور ابن ابی الدنیا حضرت ابو عثمان نہدی سے، وہ ابن مینا تابعی سے راوی: ، میں مقبرے میں گیا، دو رکعات پڑھ کر لیٹ گیا، خدا کی قسم میں خوب جاگ رہا تھا کہ سنا کوئی شخص قبر میں سے کہتا ہے: قم فقد اٰذیتنی[18] (اُٹھ کہ تو نے مجھ کو ایذادی)۔ حافظ ابن مندہ امام قاسم بن مخیمرہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے راوی: "اگر میں تپائی بھال پر پاؤں رکھوں کہ میرے قدم سے پار ہو جائے تو یہ مجھ کو زیادہ پسند ہے اس سے کہ قبر پر پاؤں رکھوں۔" ایک شخص نے قبر پر پاؤں رکھا، جاگتے میں سنا: الیك عنّی یا رجل لا تؤذینی[19] (اے شخص! الگ ہٹ مجھے ایذانہ دے)۔ اور علامہ شرنبلالی مراقی الفلاح میں لکھتے ہیں:

اخبرنی شیخی العلامۃ محمد بن احمد الحموی الحنفی رحمہ اللہ تعالٰی بانھم یتأذون بخفق النعال[20]۔	مجھ کو میرے استاذ علامہ محمد ابن احمد حنفی رحمہ اللہ تعالٰی نے خبر دی کہ جوتے کی پچل سے مردے کو ایذا ہوتی ہے۔

[15] شرح الصدور بحوالہ سعید بن منصور باب تأذیہ بسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶

[16] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ حم عن عمرو بن حزم باب دفن المیّت مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۴۹

[17] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی الدنیا عن ابی قلابۃ باب ینفع المیّت فی قبرہ خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۸

[18] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ماجاء فی الرجل سمع صاحب القبر دارالکتب العلمیۃ بیروت ۷ /۴۰

[19] شرح الصدور بحوالہ ابن مندہ عن القاسم فصل تأذیہ بسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶

[20] مراقی الفلاح علی ھامش حاشیۃ الطحطاوی فصل فی زیارۃ القبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۲

اسی واسطے ہمارے فقہائے کرام احناف علیہم الرحمۃ فرماتے ہیں کہ: "قبر پر رہنے کو مکان بنانا، یا قبر پر بیٹھنا، یا سونا، یا اس پر یا اس کے نزدیک بَول وبراز کرنا یہ سب امور اشد مکروہ قریب بحرام ہیں۔" فتاوٰی علمگیری میں ہے:

ویکرہ ان یبنی علی القبر اویقعد اوینام علیه اویطاء علیه او یقضی حاجة الانسان من بول اوغائط[21]۔ الخ	قبر پر عمارت بنانا، بیٹھنا، سونا، روندنا، بول وبراز کرنا مکروہ ہے۔

علّامہ شامی اس کی دلیل میں حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

لان المیّت یتأذی بما یتاذی به الحیّ[22]۔	یعنی اس لیے کہ جس سے زندوں کو اذیت ہوتی ہے اس سے مردے بھی ایذا پاتے ہیں۔

بلکہ دیلمی نے امّ المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اس کلیے کی تصریح روایت کی کہ سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

المیّت یؤذیه فی قبرہ مایؤذیه فی بیته[23]۔	میت کو جس بات سے گھر میں ایذا ہوتی ہے قبر میں بھی اس سے ایذا پاتا ہے۔

ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی:

اذی المومن فی موته کاذاہ فی حیاته[24]۔	مسلمان کو بعد موت تکلیف دینی ایسی ہی ہے جیسے زندگی میں اسے تکلیف پہنچائی۔

اور اظہر من الشمّس ہے کہ قبور کو کھود کران پر رہنے کو مکان بنایا تواس میں یہ سب امور موجود ہیں، جس سے یقینا اہل قبور کی توہین ہوتی ہے اوران کو ایذا دینا ہے۔ جو ہرگز ہمارے حنفی مذہب میں جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی معترض کہے کہ شرح کنز میں علامہ زیلعی لکھتے ہیں:

---

[21] فتاوٰی ہندیۃ الفصل السادس فی القبر والدفن نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱٦٦

[22] ردالمحتار فصل الاستنجاء ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۲۲۹

[23] الفردوس بمأثور الخطاب حدیث ۷۵۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۹۹

[24] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی شیبہ باب تاذیہ بسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲٦

ولو بلی المیّت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ[25]۔	اگر میّت پرانی ہوجائے اور مٹی میں مل جائے تو دوسرے کو اس قبر میں دفن کرنا، کھیتی باڑی کرنا اور اس پر عمارت بنانا جائز ہے۔

توجواب اس کا اوّلاً یہ ہے کہ یہ قول علامہ زیلعی کا احادیث مذکورہ اور روایات مسطورہ کے معارض ہے لہٰذا قابلِ قبول نہیں ہے، اور ثانیا یہ کہ علامہ شرنبلالی نے امداد الفتاح میں علامہ زیلعی کے اس قول کو رد کردیا ہے دوسری روایت معارضہ سے، پس قابلِ تعمیل نہیں۔

قال فی الامداد ویخالفہ مافی التتار خانیۃ اذا صار المیّت ترابا فی القبر یکرہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمۃ باقیۃ[26] الخ۔	امداد الفتاح میں فرمایا اور تاتار خانیہ میں اس کے برعکس ہے، یعنی جب قبر میں میّت گل کر مٹی بھی ہوجائے تب بھی اس کی قبر میں غیر کو دفن کرنا مکروہ ہے کہ اس کی تعظیم وحرمت کے خلاف ہے کہ اس میّت کی تعظیم وحرمت اب بھی باقی ہے ۔الخ

اور مؤید ہے اس کی وجہ جو علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ نے حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں لکھا ہے:

معناہ ان الارواح تعلم بترک اقامۃ الحرمۃ وبالاستھانۃ فتاذی بذلک[27]۔	یعنی قبر پر تکیہ لگانے سے جو اہل قبور کو ایذا ہوتی ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ روحیں جان لیتی ہیں کہ اس نے ہماری تعظیم میں قصور کیا، لہٰذا ایذا پاتی ہیں۔

اور شیخ الہند علیہ الرحمۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

شاید کہ مراد آنست کہ روح وے ناخوش میدارد وراضی نیست بتکیہ کردن بر قبر وے از جہت تضمن وے اہانت واستخفاف رابوے[28]۔	اس سے مراد غالبًا یہ ہے کہ اس کی روح قبر پر تکیہ لگانے سے ناخوش ہوتی ہے کیونکہ اس میں اس کی توہین ہے۔

جب قبر پر تکیہ لگانے سے اہل قبور کی اہانت ہوتی اور ان کی توہین اور ان کی ترک تعظیم ہوتی ہے۔ تواس پر کھیتی کرنے سے اور اس پر مکان بنانے سے تو بطریق اولٰی ان کی توہین ہوگی، اور ثالثًا یہ کہ ہم یہاں معترض

[25] تبیین الحقائق فصل السلطان احق بصلوٰۃ مطبعۃ کبرٰی امیریۃ مصر ۱/ ۲۴۶

[26] ردالمحتار بحوالہ الامداد باب صلوٰۃ الجنائز ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۹۹

[27] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ النصف الثامن الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۰۵

[28] اشعۃ اللمعات باب الدفن فصل الثالث مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۹۹

نجدی شعار سے پوچھتے ہیں کہ تجھ کو کیسے معلوم ہوا کہ میّت بالکل مٹی ہو گئی ہے اور اس کی ہڈی بھی باقی نہیں رہی ہے اس واسطے کہ قبر ابھی تک کھودی نہیں کی گئی ہے اور نہ میّت کے مٹی ہونے کا قرآن اور حدیث میں کوئی وقت مقرر ہوا ہے کہ اتنی مدت کے بعد میّت کی ہڈیاں بھی مٹی ہو جاتی ہیں، بلکہ تجربے سے بازہا مشاہدہ ہوا ہے کہ کسی بہت پرانی بستی کے اطراف میں کوئی جگہ کھودی جائے تو اس میں قبور نکلیں جن میں ہڈیاں (بلکہ بعض کے ابدان) اب تک باقی صحیح وسلامت تھیں، کتبوں سے تین تین چار چار صدیوں کی قبور معلوم ہوتی تھیں تو بلا دلیل بلا ضرورت شرعی کے کسی ممنوع امر کا کسی مبہم روایت کی بنا پر مرتکب ہونا ہرگز جائز نہیں ہے۔ اگر معترض پھر عود کرے اور کہے کہ بمبئی وغیرہ عظیم شہروں میں قبور کھود کر ان میں دوسرے اموات دفن کئے جاتے ہیں، تو اگر قبور کھودنے سے اموات کی توہین ہوتی ہے تو ان شہروں میں یہ کام کیوں ہوتا ہے، تو جواب اس کا یہ ہے کہ ان شہروں میں جگہ بہت تنگ ہے، قبرستانوں میں اتنی وسعت نہیں ہے کہ میّت کے لیے الگ الگ قبر ہو، لہٰذا اس ضرورت شدیدہ سے یہ جائز ہے کہ **الضرورات تبیح المحظورات** (بوقت ضرورت منع کردہ چیزیں بھی جائز ہو جاتی ہیں۔ت) قاعدہ متفقہ ہے۔کبیری شرح منیہ میں ہے:

ولا یحفر قبرلدفن اخرما لم یبل الاول فلم یبق له عظم الاّ عند الضرورة بان لم یوجد مکان سواہ [29] **الخ۔**	دوسرے مردہ کو دفن کرنے کے لیے قبر نہ کھودی جائے جب تک پہلا مردہ بوسیدہ نہ ہو جائے یہاں تک کہ اس کی ہڈیاں باقی نہ رہیں مگر بوقت ضرورت قبر کھودنا جائز ہے جبکہ اس کے بغیر کوئی دوسری جگہ میسر نہ ہو الخ (ت)

دوسرے مردہ کو دفن کرنے کے لیے قبر نہ کھودی جائے جب تک پہلا مردہ بوسیدہ نہ ہو جائے یہاں تک کہ اس کی ہڈیاں باقی نہ رہیں مگر بوقت ضرورت قبر کھودنا جائز ہے جبکہ اس کے بغیر کوئی دوسری جگہ میسر نہ ہو الخ (ت)

شهذا ماعندی والعلم الاتم عند ربی قاله بفمه وامر برقمه العبد الفقیر محمد عمرالدین السنی الحنفی القادری الهزاروی عفاالله تعالٰی عنه۔	یہ میری تحقیق ہے اور علم کامل میرے رب کے پاس ہے، یہ فتوٰی بزبانِ خود کہا ہے اور اس کے لکھنے کا حکم دیا ہے بندہ فقیر محمد عمر دین سنّی حنفی قادری ہزاروی نے (عفااللہ تعالٰی عنہ)۔(ت)

جو کچھ مجیب لبیب نے لکھا ہے حق اور صواب ہے، چنانچہ خزانۃ الروایۃ میں ہے:

فی مفید المستفید عن مفاتیح المسائل	مفاتیح المسائل سے مفید المستفید میں ہے جب قبر

[29] غنیہ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجنائز سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۰۷

واذا صار المیّت ترابا فی القبر یکرہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمۃ باقیۃ [30] انتھی۔	میں میّت گل کر مٹی بھی ہوجائے تب بھی اس کی قبر میں غیر کو دفن کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس میّت کی تعظیم و حُرمت اب بھی باقی ہے انتہی (ت)

اور یہ بھی خزانۃ الروایۃ میں ہے:

لایجوز لاحدٍ ان یبنی فوق القبور بیتًا اومسجدا لان موضع القبر حق المقبور ولھذا لایجوز نبشہ [31] انتھی مختصرا۔نمقہ الراجی الی رحمۃ ربہ الشکور عبد الغفور صانہ اللہ عن الاٰفات و الشرور۔للہ درالمجب حیث اجاب فاجادواصاب فیما افادہ حررہ المسکین محمد بشیر الدین عفی عنہ۔	قبروں پر کسی کو گھر یا مسجد بنانا جائز نہیں کیونکہ قبر والی جگہ صاحب قبر کا حق ہے، اسی وجہ سے قبر کو کھودنا جائز نہیں ہے اھ مختصراً۔اسے لکھا ہے اپنے رب شکور کی رحمت کے امیدوار عبدالغفور نے، اللہ تعالٰی اسے آفات اور برائیوں سے بچائے۔(ت) اللہ تعالٰی مجیب کو جزائے خیر دے کہ انھوں نے عمدۃ جواب دیا اور صحیح افادہ فرمایا، اسے لکھا ہے مسکین محمد بشیر الدین عفی عنہ نے۔(ت)

اس فتوے کو دیکھا، فتوٰی صحیح ہے، جواب درست ہے۔ حررہ محمد عبدالرشید دہلوی عفی عنہ

الجواب صحیح۔ (جواب صیح ہے۔ت) محمد افضل المجید عفی عنہ

---

[30] ردالمحتار بحوالہ الامداد ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۵۹۹

[31] خزانۃ الروایۃ

الجواب صحیح وصواب (جواب صحیح اور درست ہے۔ت)

حررہ العبد المفتقر مطیع الرسول عبدالمقتدر القادری البدایونی عفی عنہ۔

الرسول قادری حنفی محمد عبدالمقتدر مطیع ۱۳۱۷

ذلك كذلك (یہ جواب بے مثل ہے۔ت) محمد فضل احمد البدایونی عفی عنہ

المجیب مصیب (جواب درست ہے۔ت) محمد ابراہیم قادری

قادری محمد ابراھیم ۱۳۱۸

اصاب من اجاب واللہ اعلم بالصواب (جواب درست دیا ہے واللہ اعلم بالصواب۔ت) محمد حافظ بخش المدرس بالمدرسۃ المحمدیہ بلدہ بدایوں

بخش حنفی محمد حافظ

صح الجواب (جواب صحیح ہے۔ت)

محمد احمد قادری عبدالرسول

حررہ عبدالرسول محب احمد عفی عنہ المدرس بالمدرسۃ الشمید الکائنۃ بجامع بدایوں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ الذی جعل الارض کفاتا o و اکرم المومنین احیاء وامواتا o وجعل موتھم راحۃً وسباتًا o وحرّم اھانتھم تحریمًا بتاتًا oالصلٰوۃ والسلام علی من سقانا من فضلہ وفضلتہ ماء فراتا o واعطانا فی کل محجّۃ ابلج حجّۃ نقضا واثباتا o وابّد تعظیم المؤمنین ابدالابدین ولم یوقت لہ میقاتًا o فجعلھم عظامًا وان صاروا عظامًاo وحرّم ایذاء ھم ولوکانوا رفاتًا o وعلٰی اٰلہٖ وصحابہٖ و	تمام تعریفیں اس اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جس نے زمین کو جمع کرنیوالی بنایا، زندہ اور مردہ مومنوں کو عزت بخشی اور ان کی موت کو سکون وآرام بنایا اور ان کی توہین کو قطعی طور حرام کیا، درود سلام ہو اس ذات پر جس نے اپنے احسان اور بقیہ سے ہمیں خوب میٹھا پانی پلایا، اور ہر میدان میں ہمیں نقض واثبات کے لیے بھاری حجہ عطافرمائی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مومنوں کو عزت بخشی اور اس کے لیے کوئی وقت مقرر نہ فرمایا اور مومنوں کو عظمت والا بنایا اگرچہ وہ ہڈیاں ہو جائیں، اور ان کو ایذا دینا حرام کیا اگرچہ وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں، اور آپ کے ا

اھل وحزبہ المکرمین عند اللہ جمیعاو اشتاتا، جزی اللہ المجیب خیرًا ویثیب۔	آل، اصحاب، اہل اور آپ کے گروہ پر جو عند اللہ مکرم ہیں، اجتماعی اور متفرق طور پر، اللہ مجیب کو جزائے خیر اور ثواب عطافرمائے۔(ت)

جامع الفضائل، قامع الرذائل، حامی السنن، ماحی الفتن مولٰنا مولوی محمد عمرالدین جعلہ اللہ کاسمہ عمرالدین وبسعیہ ورعیہ عمرالدین کاجواب ناہج مناہج صواب کافی ووافی ہے، مگر بحکم المامور معذور بنظر تکثیر افاضہ دو وصل مفید کااضافہ منظور وصل اول اس بیان مجیب کی تائید و تصویب میں کہ قبور مسلمین کی تعظیم ضرور اور اہانت محظور، اور یہ کہ کیاکیا امور موجب ایذائے اصحابِ قبور، یہاں اگر سلسلہ سخن میں بعض امورمذکورہ جواب کااعادہ ہوتو غیر محذور کہ تکرّر فرع موجب مزید تاکید واوقع فی الصدور ع

والمسك ما کرّرته یتضوء

وصل دوم میں احقاقِ مرام وازہاقِ اوہام وتبکیت مخطیان نجاریہ لیام، اوراس امر کا بیان کامل وتام کہ مقابر عام مسلمین میں کوئی وقفی مکان بنانا بھی حرام، نہ کہ اپنی سکونت وآرام کامقام، نیز روایت علّامہ زیلعی کی تحقیق انیق، اس وصل میں دوفتوے فقیر کی نقل پر قناعت ہے کہ ان میں بحمداللہ تعالٰی کفایت ہے، وباللہ التوفیق۔

وصل اوّل

علمائے کرام کااتفاق ہے کہ مسلمان کی عزت مُردہ وزندہ برابر ہے۔ محقق علی الاطلاق رحمۃاللہ تعالٰی علیہ فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

الاتفاق علٰی انّ حُرمۃ المسلم میّتا کحرمتہ حیّا [32]۔	اس بات پر اتفاق ہے کہ مردہ مسلمان کی عزت وحرمت زندہ مسلمان کی طرح ہے۔(ت)

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کسر عظم المیّت واذاہ ککسرہ حیّا [33]۔ رواہ الامام احمد وابو داؤد وابن ماجۃ	مُردے کی ہڈی کو توڑنا اور اسے ایذا پہنچانا ایسا ہی ہے جیسے زندہ کی ہڈی کو توڑنا، اسے امام احمد و

[32] فتح القدیم فصل فی الدفن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۰۲

[33] سنن ابی داؤد کتاب الجنائز آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۰۲

باسناد حسن عن اُمّ المؤمنین عائشہ الصدیقة رضی اللہ تعالٰی عنھا۔	وابوداؤد وابن ماجہ نے بسند حسن ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔

یہ حدیث مسند الفردوس میں ان لفظوں سے ہے: سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

المیّت یؤذیہ فی قبرہٖ مایؤذیہ فی بیتہ [34]۔	مُردے کو قبر میں بھی اس بات سے ایذا ہوتی ہے جس سے گھر میں اسے اذیت ہوتی۔

علامہ مناوی شرح میں فرماتے ہیں:

افادان حرمة المؤمنین بعدموتہٖ فاقیة [35]۔	اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ مسلمان کی حُرمت بعد موت کے بھی ویسے ہی باقی ہے۔

سیدنا حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

اذی المؤمن فی موتہ کاذاہ فی حیاتہ [36] ۔رواہ ابی بکر بن ابی شیبہ ،	مسلمان مُردہ کو ایذا دینا ایسا ہے جیسے زندہ کو۔ اسے ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا۔

علماء فرماتے ہیں:

المیّت یتاذی بما یتاذی بہ الحی [37] ۔ کذافی رد المحتار وغیرہ من معتمدات الاسفار۔	جس بات سے زندہ کو ایذا پہنچتی ہے مردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں، جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ معتمد کتب میں مذکور ہے۔ (ت)

علامہ شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اشعۃ اللمعات میں امام علامہ ابویوسف بن عبدالبر سے نقل فرماتے ہیں:

ازیں جامستفاد میگر دد کہ میّت متألم میگر دد بجمیع انچہ متألم میگر د دبدان حی ولازم انیست کہ متلذذ گرد تمام انچہ متلذذم میشود بدان زندہ [38] انتھی۔	اس جگہ یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جن چیزوں سے زندہ کو درد پہنچتا ہے ان تمام سے مردہ کو بھی الم پہنچتا ہے،اور یہ لازم ہے کہ جن چیزوں سے زندہ کو لذت حاصل ہو ان سب سے میّت کو بھی لذت حاصل ہوتی ہے انتہی۔ (ت)

---

[34] الفردوس بمأثور الخطاب حدیث ۷۵۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۹۹

[35] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر حدیث ۶۲۳۱ دار المعرفۃ بیروت ۵۵۱/۴

[36] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی شیبہ فصل تأذیہ بسائروجوہ الاذی خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶

[37] ردالمحتار فصل الاستنجاء ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۲۲۹

[38] اشعۃ اللمعات باب دفن المیّت فصل ثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۹۶

یہاں تک ہمارے علماء نے تصریح فرمائی، قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اس میں آدمیوں کو چلنا حرام ہے،

فی الشامیه عن الطحطاویة آخر کتاب الطهارة نصوا علی ان المرور فی سکة حادثة فیها حرام [39]۔	آخر کتاب الطہارۃ شامی میں طحطاوی سے ہے علماء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اس پر چلنا حرام ہے۔

اور فرماتے ہیں: "مقبرے کی گھاس (سبز) کاٹنا مکروہ ہے کہ جب تک وہ (گھاس سبز) تر رہتی ہے ہے اللہ تعالٰی کی تسبیح کرتی ہے، اس (سبز گھاس) سے اموات کا دل بہلتا ہے اور ان پر رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے، ہاں خشک گھاس کاٹ لینا جائز ہے مگر وہاں سے تراش کو جانوروں کے پاس لے جائیں، اور یہ ممنوع ہے کہ انھیں گورستان میں چرنے چھوڑ دیں"۔

فی جنائز ردالمحتار یکره ایضا قطع النبات الرطب والحشیش من المقبرة دون الیابس کما فی البحر والدرر وشرح المنیة [40] وعلله فی الامداد بانه مادام رطبًا یسبح الله تعالٰی فیونس المیّت وتنزل بذکره الرحمة ونحوه فی الخانیة انتهی [41]۔ وفی العالمگیریة عن البحر الرائق لوکان فیها حشیش یحش ویرسل الی الدواب ولاترسل الدواب فیها [42] اھ۔	ردالمحتار کے جنائز میں ہے کہ ترگھاس کا مقبرے سے کاٹنا مکروہ ہے خشک گھاس کا نہیں، جیسا کہ بحر، درر اور شرح منیہ میں ہے، اور امداد میں اس کی یہ وجہ بتائی گئی ہے کہ جب تک وہ تر رہتی ہے اللہ کی تسبیح کرتی رہتی ہے جس سے میّت کو انس حاصل ہوتا ہے، خانیہ میں بھی اسی طرح ہے انتہی، اور علمگیریہ میں بحر الرائق سے ہے کہ اگر قبرستان میں خشک گھاس ہو تو کاٹ کر لائی جاسکتی ہے مگر جانور اس میں نہ چھوڑے جائیں اھ۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک شخص کو مقابر میں جوتا پہنے چلتے دیکھا، ارشاد فرمایا: "ہائے کم بختی تیری اے طاقی جُوتے والے! پھینک اپنی جوتی۔

---

[39] ردالمحتار فصل الاستنجاء ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر ۱/ ۲۲۹

[40] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۶۰۶

[41] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۶۰۶

[42] فتاوٰی ہندیۃ الباب الثانی عشر فی الرباطات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۷۱

"اخرج الائمۃ ابوداؤد النسائی والطحاوی وغیرھم عن بشیر بن الخصاصیۃ واللفظ للامام الحنفی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رای رجلًا یمشی بین القبور فی نعلین، فقال ویحك یا صاحب السبتیتین الق سبتیتیك [43] اھ۔ السِّبتتہ بکسر المھملۃ وسکون الموحدۃ ھی التی لاشعرفیھا۔ قال القاضی عیاض کان من عادۃ العرب لبس النعال بشعرھا غیرمدبوغۃ وکانت المدبغۃ تعمل بالطائف وغیرہ [44] الخ۔	ابوداؤد، نسائی اور طحاوی وغیرہم نے بشیر بن خصاصیہ سے روایت کی اور لفظ امام حنفی کے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک شخص کو قبروں کے درمیان جوتیاں پہن کر چلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: خرابی ہو تیری اے جوتیوں والے اپنی جوتیاں اتاردے، سبتہ مہملہ کے کسرہ اور سکون باء سے مراد وہ چمڑا ہے جس میں بال نہ ہوں، قاضی عیاض نے فرمایا: عرب والے کچے چمڑے کے مع بالوں کے جوتے پہنا کرتے تھے اور پکائے ہوئے چمڑے کے جوتے طائف وغیرہ میں بنائے جاتے تھے الخ۔

فاضل محقق حسن شرنبلالی اور ان کے استاذ علامہ محمد بن احمد حموی فرماتے ہیں: "چلنے میں جو آواز کفش پا سے پیدا ہوتی ہے اموات کو رنج دیتی ہے۔"

حیث قال فی مراقی الفلاح اخبرنی شیخی العلامۃ محمد بن احمد الحموی الحنفی رحمہ اللہ تعالٰی بانھم یتأذون بخفقۃ النعال انتھی [45] اھ۔ اقول ووجھہ ماسیأتی عن العارف الترمذی رحمہ اللہ تعالٰی۔	اس لیے کہ مراقی الفلاح میں کہا کہ مجھے خبر دی میرے شیخ علامہ محمد بن احمد حموی حنفی رحمہ اللہ تعالٰی نے کہ مُردے جوتیوں کی پچپل سے تکلیف محسوس کرتے ہیں اھ۔ میں کہتا ہوں اس کی دلیل عنقریب عارف ترمذی سے منقول ہوکر آئے گی۔

نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لان یجلس احدکم علٰی جمرۃ فتحرق ثیابہ حتی تخلص الٰی جلدہ خیرلہ من ان یجلس علٰی قبر [46]۔ رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی	بیشک آدمی کو آگ کی چنگاری پر بیٹھا رہنا یہاں تک کہ وہ اس کے کپڑے جلا کر جلد تک توڑ جائے، اس کے لیے بہتر ہے اس سے کہ قبر پر بیٹھے، اسے مسلم وابوداؤدو

[43] شرح معانی الآثار باب المشی بین القبور بالنعال ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۴۲
[44] تاریخ سبتتہ للقاضی عیاض
[45] مراقی الفلاح علی ھامش الطحطاوی فصل فی زیارۃ القبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۲
[46] سنن ابی داؤد کتاب الجنائز آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۰۴

وابن ماجة عن سیدنا ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	نسائی وابن ماجہ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: مجھے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا، ارشاد فرمایا: "او قبر پر بیٹھنے والے! قبر سے اُتر آ، صاحبِ قبر کو ایذا نہ دے، نہ وہ مجھے ایذا دے۔"

اخرج الطحاوی فی معانی الاثار والطبرانی فی المعجم الکبیر بسند حسن والحاکم وابن مندۃ عن عمارۃ بن حزم رضی اللہ تعالٰی علیہ رانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالسًا علٰی قبر فقال یا صاحب القبر انزل من علی القبر لا تؤذی صاحب القبر ولایؤذیك [47] ولفظ الامام الحنفی فلایؤذیك [48]۔	طحاوی نے معانی الآثار میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں بسندِ حسن اور حاکم اور ابنِ مندہ نے عمارہ بن حزم سے روایت کی کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا تو فرمایا: اے قبر پر بیٹھنے والے قبر سے اتر اور قبر والے کو تکلیف نہ دے اور وہ تجھے تکلیف نہ دے۔ اور امام حنفی کے لفظ یہ ہیں فلا یؤذیک (پس وہ تجھے تکلیف نہ دے۔ت)

اور امام احمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنی مسند میں یوں روایت کیا: عمرو بن حزم کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وآلہٖ وسلم نے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا، فرمایا:

لاتؤذِ صاحب القبر [49]، کما فی المشکٰوۃ قلت وھذا الحدیث لایلائمہ تاویل الامام ابی جعفر والنھی عن شیئ لاینا فی النھی عن اعم منہ فافھم۔	صاحب قبر کو ایذا نہ دے، جیسے مشکوٰۃ میں ہے، میں کہتا ہوں اس حدیث سے امام ابو جعفر کی تاویل مناسب نہیں رکھتی ہے اور کسی چیز سے روکنا اس چیز سے عالم کے روکنے کو مستلزم نہیں، تو غور کیجئے۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ شرح میں فرماتے ہیں:

شاید کہ مراد آنست کہ روح وے ناخوش می دارد وراضی نیست بہ تکیہ کردن بر قبر وے جہت تضمن وے اہانت واستخفاف رابوے [50]اھ۔	شاید مراد یہ ہے کہ اس کی روح ناراض ہوتی ہے اپنی قبر پر تکیہ لگائے کی وجہ سے اہانت محسوس کرتی ہے۔اھ

---

[47] شرح الصدور بحوالہ الطبرانی والحاکم وابن مندۃ باب تاذیہ بسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶

[48] شرح معانی الآثار باب الجلوس علی القبور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۴۶

[49] مشکوٰۃ المصابیح باب دفن المیّت فصل ثالث مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۹

[50] اشعۃ اللمعات باب دفن المیّت نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۹۹

اقول: اس توجیہ پر امام علامہ عارف باللہ حکیم الامۃ سیدی محمد بن علی ترمذی قدس سرہ، نے جزم فرمایا، تصریح فرماتے ہیں کہ: "ارواح کو ان کی بے حرمتی و تنقیصِ شان معلوم ہوجاتی ہے لہٰذا ایذا پاتی ہیں۔"

قال سیدی عبد الغنی فی الحدیقۃ عن نوادر الاصول معناہ ان الارواح تعلم بالترک اقامۃ الحرمۃ وبالاستہانہ فتتأذی بذلک [51] اھ۔	سیدی عبدالغنی نے حدیقہ میں نوادر سے نقل کرتے ہوئے فرمایا: اس کے یہ معنی ہیں کہ ارواح اپنی اہانت و ذلت کو محسوس کرتی ہیں اور اس سے انھیں ایذا ہوتی ہے اھ

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لان امر شی علی جمرۃ اوسیفٍ اواخصف نعلی برجلیہ احب الی من ان امشی علی قبر [52]۔ رواہ ابن ماجۃ عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ واسنادہ جیّد کما فاد المنذری۔	البتہ چنگاری یا تلوار پر چلنا یا جوتا پاؤں سے گانٹھنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی قبر پر چلوں اسے ابن ماجہ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا،اس کی سند عمدہ ہے جیسا کہ منذری نے افادہ کیا۔ (ت)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

لان اطاء علی جمرۃ احب الی من ان اطاء علی قبر مسلم، رواہ الطبرانی فی الکبیر باسناد حسن [53] قالہ امام عبدالعظیم۔	بے شک مجھے آگ پر پاؤں رکھنا زیادہ پیارا ہے مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھنے سے، اسے طبرانی نے معجم کبیر میں بسند حسن روایت کیا۔ جیسا کہ امام عبدالعظیم نے کہا ہے۔ (ت)

ان ہی صحابی اجل سے کسی نے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا، فرمایا:

کما کرہ اذای المؤمن فی حیاتہ فانی اکرہ اذاہ بعد موتہ [54]۔ اخرجہ سعید بن منصور	میں جس طرح مسلمان کی ایذا اس کی زندگی میں مکروہ جانتا ہوں یونہی بعد موت اس کی ایذا کو ناپسند

[51] حدیقہ ندیہ الصنف الثامن الاصناف القسمۃ فی آفات الرجل مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۵۰۵/۲
[52] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی النہی عن المشی علی القبور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۳
[53] الترغیب والترتیب الترھیب من الجلوس علی القبر الخ مصطفی البابی مصر ۴/ ۳۷۲
[54] شرح الصدور باب تأذیبائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۱۲۶

فی سننه کما فی شرح الصدور۔ **اقول:** وهذه الاحادیث تویّدما اخترنا وتؤذن ان تاویل ابی جعفر رحمه الله تعالٰی لیس فی محله فبما فی عامة الکتب نأخذ لاعتقادها بنصوص الاحادیث، ولانه علیه الاکثر وقد نصوا ان العمل بما علیه الاکثر، وانه لا یعدل عن روایة ماوفقتها درایة فکیف اذاکان هوا الاشهر الاظهر الاکثر الازهر وبهٰذا یضعف مازعم العلامة البدر فی العمدة فتبصر۔	کرتاہوں۔اسے سعید بن منصور نے اپنی سنن میں بیان کیا جیسا کہ شرح الصدور میں ہے۔میں کہتاہوں ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جو بات ہم نے اختیار کی ہے وہ درست ہے، اور ابو جعفر رحمہ اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تاویل بر محل نہیں، لہٰذا ہم وہ مسلک اختیار کرتے ہیں جو عام کتب میں ہے، کیونکہ اسے احادیث کی صراحت سے تقویت حاصل ہے، اور اس لیے بھی کہ اکثر کا یہی قول ہے کیونکہ علماء نے صراحت کردی ہے کہ عمل اس پر ہوگا جس پر اکثریت ہوگی اور یہ کہ اس روایت سے عدول نہیں کیا جاتا ہے جو درایت کے مطابق ہو، تو پھر اس سے عدول کا جواز کیا ہوگا جو اشہر، اظہر، اکثر اور واضح ہے، اور اسی سے علّامہ بدر کا زعم عمدہ میں ضعیف قرار پاتاہے۔تو غور کیجئے۔

ان ہی احادیث سے ہمارے علماء رحمۃاللہ تعالٰی علیہم نے بے ضرورت عـــہ قبر پر چلنے اور اس پر بیٹھنے اور پاؤں رکھنے سے منع فرمایا کہ یہ سب حرمتِ مومن کے خلاف ترک ادب گستاخی ہے،

ففی النوادر والتحفة والبدائع والمحیط وغیرها	تحفہ، بدائع اور محیط وغیرہ میں ہے کہ

عـــہ: قولہ بے ضرورت، ضرورت کی صورت مثلاً قبرستان میں میّت کے لیے قبر کھودنے یا دفن کرنے جانا چاہتے ہیں بیچ میں قبریں حائل ہیں اس حاجت کیلیے اجازت ہے، پھر بھی جہاں تک بن پڑے بچتے ہوئے جائیں اور ننگے پاؤں ہوں، ان اموات کیلیے دعا استغفار کرتے جائیں،

فی حاشیة العلامة الطحطاوی علی مراقی الفلاح عن شرح المشکوٰة الوطء الحاجة کدفن المیّت لایکره اه وعن السراج فان لم یکن له طریق الاعلی القبر جازله المشی علیه للضرورة[55] ۔ ۱۲ منه	علامہ طحطاوی کے حاشیہ مراقی الفلاح میں شرح مشکوٰۃ سے ہے کہ ضرورت کے پیش نظر مثلاً میّت کو دفن کرنے جانا ہو تو قبروں پر سے گزرنا مکروہ نہیں اھ اور سراج سے ہے کہ اگر قبر پر ہی گزرنے کا راستہ ہو تو اس پر چلنا ضرورتاً جائز ہے ۱۲ منہ (ت)

[55] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی زیارۃ القبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۰

ان اباحنیفۃ کرہ وطء القبر ولقعود او النوم اوقضاء الحاجۃ علیہ [56] کذا نقل العلامۃ ابن امیر الحاج فی الحلیۃ۔ **اقول:** والکراھۃ عند الاطلاق کراھۃ تحریم کما صرحوا بہ مع مایفیدہ من النھی الواردفی الاحادیث معللاً بالایذاء والایذاء حرام فھذا ماندین اللہ تعالٰی بہ وان قیل وقیل۔	ابو حنیفہ نے قبر کا روندنا، بیٹھنا، سونا، اس پر قضائے حاجت کرنا مکروہ کہا ہے، اسی طرح ابنِ امیر الحاج نے حلیہ میں نقل کیا **میں کہتا ہوں** جب کراہت مطلق ہو تو مراد کراہت تحریم ہوتی ہے جیساکہ فقہاء نے تصریح کی ہے، پھر اس نہی سے بھی تائید ہوتی ہے جو احادیث میں ایذاء کی علت سے متعلق وارد ہے اور ایذا حرام ہے پس دیانتداری کی بات یہی ہے، اب خواہ کوئی کچھ کہتا رہے۔

حاشیہ طحطاوی علی شرح نورالایضاح میں سراج وہاج سے ہے:

ان لم یکن لہ طریق الاّ علی القبر جازلہ دلیل علیہ للضرورۃ [57] اھ **اقول:** وھذا ایضا دلیل علی مااخترنا من کراھۃ التحریم فان المفھوم المخالف معتبر فی الروایات وکلام العلماء بالاتفاق فافادان المشی لا یجوز بلاضرورۃ ومالایجوز فادناہ کراھۃ التحریم۔	اگر قبر پر ہی سے راستہ ہو تو اس پر چلنا ضرورتًا جائز ہے۔ اھ **اقول:** (میں کہتا ہوں) اس سے بھی ثابت کہ ہمارا قول کراہت تحریمی کا درست ہے، کیونکہ مفہوم مخالف روایات اور کلام علماء میں بالاتفاق معتبر ہے، تو معلوم ہوا کہ بلاضرورت قبر پر چلنا ناجائز ہے او رجو ناجائز ہو اس کا ادنٰی درجہ مکروہ تحریمی ہے۔

سیدی عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

قال الوالد رحمہ اللہ تعالٰی فی شرح علی الدرر ویکرہ ان یوطء القبر لماروی عن ابن مسعود [58] الخ وذکر اثرالذی رویناہ۔	والد صاحب نے درر کی شرح میں فرمایا کہ قبر کا روندنا مکروہ ہے جیساکہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے الخ، پھر آپ نے وہی اثر ذکر کیا جو ہم روایت کرچکے ہیں۔

[56] بدائع الصنائع فصل فی سُنۃ الدفن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۲۰، تحفۃ الفقہاء باب الدفن وحکم الشہداء دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۵۷

[57] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی زیارۃ القبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۰

[58] حدیقہ ندیہ الصنف الثامن من الاصناف التسعۃ فی آفات الرجل نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۰۴

اور محیط سے نقل فرمایا:

یکرہ ان یطاء علی القبر بالرجل ویقعد علیہ [59] اھ قولہ یعنی بالرجل قلت فسّر بذٰلك لتلاّ یحمل علی الجماع۔**اقول:** ویکرہ ایضًا بل اشد لما فیہ من زیارۃ الاستخفاف کا لوطأ علی سطح المسجد مع الدلالۃ علی تناھی القلب فی تناسی الموت. فکان الحمل علی الوطأ بالرجل لیکون ادخل فی النھی عن الوطأ بمعنی الجماع بطریق دلالۃ ینبغی ان یفھم، اور جامع الفتاوٰی سے لائے: انہ والتراب الذی علیہ حق المیّت فلا یجوز ان یوطا[60]۔ اور مجتبٰی سے لائے : ان المشی علی القبور یکرہ[61]۔اور شرعۃ الاسلام وشرح شرعہ سے: من السنۃ ان لایطأ القبور فی نعلیہ فان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یکرہ ذلك [62] الخ۔ اور امام شمس الائمہ حلوانی سے: وانہ قال یکرہ [63]۔ اور امام علی ترجمانی سے: قال یأثم بوطئ القبور لان سقف القبر حق المیّت [64] اھ۔ اقول وھذا نص علی مااخترنا من کراھۃ التحریم اذالا اثم فی المکروہ تنزیھا۔ لان مرجعہ الی خلاف الاولی ، ولانہ	قبر کو پیروں سے روندنا اور اس پر بیٹھنا مکروہ ہے اھ قلّت پیروں سے روندنے کی تشریح اس لیے کردی کہ جماع پر محمول نہ کیا جائے۔**اقول:** (میں کہتا ہوں) جماع بھی مکروہ ہے بلکہ اس کی کراہت زائد ہے کیونکہ اس میں زیادہ توہین ہے، جیسے مسجد کی چھت پر وطی کرنا، پھر اس میں موت کا بھول جانا بھی شامل ہے۔لہٰذا پیروں سے روندنے پر محمول کرنا اس لیے ہے تاکہ جماع کی ممانعت پر بطریق دلالت النص دلالت کرے، یہ مطلب نہیں کہ وطی مکروہ نہیں، اسی طرح سمجھنا چاہئے، او رجامع الفتاوٰی سے نقل کیا کہ یہ وُہ مٹی ہے جس پر میّت کا حق ہے لہٰذا اس کو روندنا جائز نہیں، اور مجتبٰی میں ہے : قبروں پر چلنا مکروہ ہے۔ شرعۃ الاسلام اور اس کی شرح میں ہے: سنت یہ ہے کہ جوتوں سمیت قبریں نہ روندی جائیں کیونکہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسے مکروہ سمجھتے تھے__اور شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ یہ مکروہ ہے__اور امام علی ترجمانی سے ہے کہ قبروں کے روندنے سے گنہگار ہوگا کیونکہ قبر کی چھت میّت کا حق ہے۔**اقول:** (میں کہتا ہوں) یہ بھی ہمارے اختیار کردہ قول کراہت تحریمہ صراحت کرتا ہے ، کیونکہ مکروہ تنزیہی میں کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ وہ صرف خلافِ اولٰی ہے نیز

[59] حدیقہ ندیہ الصنف الثامن من الاصناف التسعۃ فی آفات الرجل نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۰۴

[60] حدیقہ ندیہ الصنف الثامن من الاصناف التسعۃ فی آفات الرجل نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲۲/ ۵۰۴

[61] حدیقہ ندیہ الصنف الثامن من الاصناف التسعۃ فی آفات الرجل نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲۲/ ۵۰۴

[62] حدیقہ ندیہ الصنف الثامن من الاصناف التسعۃ فی آفات الرجل نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲۲/ ۵۰۵

[63] حدیقہ ندیہ الصنف الثامن من الاصناف التسعۃ فی آفات الرجل نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۰۵

[64] حدیقہ ندیہ الصنف الثامن من الاصناف التسعۃ فی آفات الرجل نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۰۵

ربما تعمدہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیانًا للجواز والنبی معصوم عن تعمد الاثم ولان الموثم لایجوز فلا معنی لبیان الجواز ولانهم صرحوانه یجامع الاباحۃ کما فی اشربۃ رد المحتار، ابی السعود، والمعصیۃ لاتجامعها و لانهم یعبرون عنها بنفی الباس وای باسٍ اعظم من الاثم والان الموثم واجب الترك وما وجب ترکہ کان فعلہ مقار بالحرام وھذا معنی کراھۃ التحریم والانهم نصوا ان فاعل المکروہ تنزیها لا یعاقب اصلا کما فی التلویح مع مااعتقدنا ان اللہ تعالٰی ان یعاقب علٰی کل جریرۃ ولوصغیرۃ فهذہ بحمد اللہ تعالٰی سبعۃ دلائل ناطقۃ بان ماوقع عن بعض عـــہ ابناء الزمان فی رسالۃ شرب الدخان من ان المکروہ تنزیها من الصغائر غلط فاحش وخطاء عظیم نعم قد صرح صاحب البحر فی بحرہ ان المکروہ تحریما منها فتثبت ولاتخبط۔	حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بیان جوازِ کے لیے قصداً ایسا کیا اور نبی قصداً گناہ کرنے سے معصوم ہوتا ہے، اور گناہ میں مبتلا کرنے والی چیز کا ارتکاب جائز نہیں ہوتا تو بیانِ جواز کے کیا معنٰی؟ پھر یہ اباحت کے ساتھ مجتمع ہوتا جیساکہ اشربہ ردالمحتار میں ابی السعود سے ہے اور معصیت اباحت کے ساتھ مجتمع نہیں ہوتی ہے۔ پھر اس کی تعبیر نفی باس سے کرتے ہیں اور گناہ سے بڑھ کر کون باس عظیم ہوگا، اور اسی لیے گنہگار بنانے والی چیز واجب الترک ہے اور جس چیز کا ترک واجب ہو اس کا فعل حرام کے قریب ہوگا اور یہی معنی کراہت تحریم کے ہیں، اور اس لیے بھی کہ فقہاء نے تصریح کردی ہے کہ مکروہ وہ تنزیہی کے فاعل پر بالکل گناہ نہ ہوگا جیساکہ تلویح میں ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ چھوٹے سے چھوٹے جُرم پر سزادے سکتاہے بحمد اللہ تعالٰی یہ ساتھ دلائل ہیں جن سے معلوم ہوا کہ بعض بناءِ زمانہ نے رسالہ شرب الدخان میں مکروہ تنزیہی کو صغائر سے بتا کر فاحش غلطی اور خطاء عظیم کی ہے۔ البتہ صاحبِ بحر نے اپنی بحر میں تصریح کی ہے کہ مکروہ تحریمی صغائر سے ہے۔ پس اسے سمجھ اور دیوانہ نہ بن۔

نورالایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں ہے:

فصل فی زیارۃ القبور ندب زیارتها من غیر ان یطأ القبور[65]۔	"فصل زیارت قبور کے بیان میں" زیارت قبور مستحب ہے مگر قبریں نہ روندی جائیں۔

عـــہ: ھو المولوی عبدالحی اللکھنوی ۱۲　　　　وہ مولوی عبدالحی لکھنوی ہے ۱۲ (ت)

[65] مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحطاوی فصل فی زیارۃ القبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۰

اسی میں ہے:

کرہ وطؤھا بالاقدام لما فیہ من عدم الاحترام، وقال قاضی خان لو وجد طریقا فی المقبرۃ وھو یظن انہ طریق احد ثوہ لایمشی فی ذلك وان لم یقع فی ضمیرہ لاباس بان یمشی فیہ[66] اھ ملخصا۔ **اقول:** وھذا ایضا دلیل مااخترناہ فانہ علق نفی البأس ان لایقع فی قلبہ انہ طریق علی قبر فافادو البأس فیما اذا وقع ذلك فی نفسہ وایضاقد تقدم التصریح بالحرمۃ عن الشامی والطحطاوی عن علمائنا رحمھم اللہ تعالٰی۔	قبروں کو پیروں سے روندنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں بے حرمتی ہے۔ قاضی خاں نے کہا کہ اگر کسی شخص نے قبرستان میں کوئی راستہ دیکھا جس کے بارے میں اسے گمان ہے کہ یہ لوگوں نے نیا بنالیا ہے تو وہ اس پر نہ چلے اگر اس کے دل میں اس قسم کا خیال پیدا نہ ہو تو چلنے میں مضائقہ نہیں اھ ملخصا۔ **اقول:** (میں کہتا ہوں) یہ بھی ہمارے قول کی دلیل ہے کیونکہ اس میں جواز کی صورت دل میں اس خیال کا نہ آنا ہے کہ یہ راستہ قبروں پر بنایا گیا ہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ اگر اس کے دل میں اس قسم کا خیال پیدا ہو تو پھر مضائقہ ہوگا۔ نیز شامی اور طحطاوی جو ہمارے علماء ہیں رحمہم اللہ تعالٰی ان سے منقول شدہ حرمت کی تصریح پہلے گزر چکی ہے۔

علامہ اسمٰعیل نابلسی حاشیہ درر وغرر میں فرماتے ہیں:

لاباس بزیارۃ القبور والدعاء للاموات ان کانوا مومنین [عــہ] من وطئ القبور۔ کما فی البدائع والملتقط[67] اھ۔	قبروں کی زیارت اور مردوں کے حق میں دعا کرنے میں حرج نہیں بشرطیکہ قبریں نہ روندی جائیں، جیساکہ بدائع اور ملتقط میں ہے۔

طریقہ محمدیہ میں ہے:

من اٰفات الرجل المشی علی المقابر[68] اھ۔	پَیر کی آفتوں میں سے قبروں کا روندنا ہے۔اھ

امام علامہ محقق علی الاطلاق ان لوگوں پر اعتراض فرماتے ہیں جن کے اعزّاء واقرباء کے گرد مخلوق دفن ہے،

عــہ: علٰی صیغۃ المفعول ای اٰمنین	مؤمنین صیغہ مفعول ہے یعنی جب وہ محفوظ رہیں ۱۲(ت)

---

[66] مراقی الفلاح علٰی ھامش حاشیۃ الطحطاوی فصل فی زیارۃ القبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۲۔۳۴۳

[67] الحدیقۃ الندیۃ بحوالہ شرح الدرر الصنف الثامن فی آفات الرجل مکتبہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۰۵

[68] طریقہ محمدیہ الصنف الثامن فی آفات الرجل مطبع ہندو پریس دہلی ۲/ ۲۵۹

وہ ان قبروں کو روندتے ہوئے اپنے عزیزوں کی گور تک جاتے ہیں، انھیں چاہیے کنارِ گورستان سے زیارت اور دعا کرلیں اور ان کی قبروں کے قریب نہ جائیں۔

فقد قال فی الفتح یکرہ الجلوس علی القبر و وطؤہ فما یصنعہ الناس ممن وفنت اقاربہ ثم دفن حوالیھم خلق من وطأتك القبور الی ان یصل الٰی قبر قریبہٖ مکروہ [69]۔	چنانچہ فتح میں کہا: قبر پر بیٹھنا اور اس کو روندنا مکروہ ہے، تو وہ لوگ جن کے رشتہ داروں کے گرد دوسروں کی قبریں ہوں ان کا ان قبروں کو روندنا اپنے قریبی رشتہ دار کی قبر تک پہنچنے کے لیے مکروہ ہے۔

امام محدث حافظ الحدیث ابوبکر بن ابی الدنیا حضرت ابوقلابہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہے:

اقبلت من الشام الی البصرۃ فنزلت الخندق فتطھرت وصلّیت رکعتین باللیل ثم وضعت راسی علٰی قبرٍ فنمت۔ ثم انتبھت فاذا بصاحب القبر یشتکی ویقول لقد اٰذیتنی منذ اللیلۃ [70] الخ۔	یعنی میں ملک شام سے بصرہ کو آتا تھا۔ رات کو خندق میں اُترا۔ وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو رہا، جب جاگا تو ناگاہ سُنا کہ صاحب قبر شکایت کرتا اور فرماتا ہے کہ تو نے رات بھر مجھے ایذا پہنچائی الخ۔

ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی دلائل النبوۃ میں حضرت عثمان نہدی سے وہ مینا تابعی سے راوی: "میں مقبرے میں گیا، دو رکعات پڑھ کر لیٹ رہا۔ خدا کی قسم! میں خوب جاگ رہا تھا کہ سُنا، صاحب قبر کہتا ہے: قم فقد اٰذیتنی [71] (اُٹھ کہ تو نے مجھے ایذا دی)۔" امام حافظ ابن مندہ قاسم بن مخیمرہ سے راوی: "کسی شخص نے ایک قبر پر پاؤں رکھا، قبر سے آواز آئی: الیك عنیّ ولاتؤذنی [72] (اپنی طرف ہٹ دور ہوا ے شخص میرے پاس سے) اور مجھے ایذا نہ دے"۔

ذکر ھما العلامۃ السیوطی فی شرح الصدور اقول وفیھما تائید لما علیہ عامۃ علمائنا خلافًا للامام ابی جعفر ومن تابعہ من	ان دونوں کو علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے شرح الصدور میں درج فرمایا اقول ان دونوں روایتوں میں اس کو تائید ہوتی ہے جس پر ہمارے عام علماء ہیں، بخلاف

---

[69] فتح القدیر فصل فی الدفن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۰۲
[70] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی الدنیا باب ماینفع المیّت فی قبرہ خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۱۲۸
[71] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ماجاء فی الرجل الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۴۰
[72] شرح الصدور بحوالہ ابن مندہ عن القاسم بن مخیمرہ باب تاذیہ بسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶

بعض المتاخرین	امام ابو جعفر اور ان کے تابع بعض متاخرین کے۔

اور اس فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے حضرت سیدی ابوالحسن نوری مدظلہ العالی سے سنا کہ ہمارے بلاد میں مارہرہ مطہرہ کے قریب ایک جنگل میں گنج شہیداں ہے، کوئی شخص اپنے بھینس لیے جاتا تھا، ایک جگہ زمین نرم تھی، ناگاہ بھینس کا پاؤں جارہا، معلوم ہوا یہاں قبر ہے، قبر سے آواز آئی: "اے شخص! تونے مجھے تکلیف دی، تیری بھینس کا پاؤں میرے سینے پر پڑا۔" **فیھا قصۃ لطیفۃ تدلّ علٰی عظیم قدرۃ اللہ تعالٰی وعجیب صنعہٖ فی الشھداء** (اس میں لطیف قصّہ ہے جو شہداء کے بارے میں اللہ تعالٰی کی قدرت عظیمہ اور عجیب صناعی پر دلالت کرتا ہے۔ت) اب بحمد اللہ تعالٰی حکمِ مسئلہ مثل آفتاب روشن ہوگیا، جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے اور اس سے تکیہ لگانے اور مقابر میں جوتا پہن کر چلنے والوں کو منع فرمایا، اور علماء نے اس خیال سے کہ قبور پر پاؤں نہ پڑے گورستان میں جو راستہ جدید نکالا گیا ہو اس میں چلنے کو حرام بتایا اور حکم دیا کہ قبر پر پاؤں نہ رکھیں بلکہ اس کے پاس نہ سوئیں، سنت یہ ہے کہ زیارت میں بھی وہاں نہ بیٹھیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ بلحاظِ ادب پاس بھی نہ جائیں، دور ہی سے زیارت کرآئیں اور قبرستان کی خشک گھاس اگر جانور کو کھلانا جائز فرمایا مگر یوں کہ یہاں سے کاٹ کرلے جائیں نہ کہ جانوروں کو مقابر میں چرائیں، اور تصریح فرمائی کہ مسلمان زندہ ومردہ کی عزت برابر ہے، اور جس بات سے زندوں کو ایذا پہنچتی ہے مُردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں اور انھیں تکلیف دینا حرام، تو خود ظاہر ہوا کہ یہ فعل مذکور فی السوال کس قدر بے ادبی وگستاخی وباعث گناہ او راستحقاق عذاب ہے۔ جب مکان سکونت بنایا گیا تو چلنا پھرنا، بیٹھنا لیٹنا، قبور کو پاؤں سے روندنا، ان پر پاخانہ، پیشاب، جماع سب ہی کچھ ہوگا اور کوئی دقیقہ بے حیائی اور اموات مسلمین کی ایذارسانی کا باقی نہ رہے گا **والعیاذ باللہ رب العٰلمین**۔

علماء فرماتے ہیں: جہاں چالیس مسلمان جمع ہوتے ہیں ان میں ایک ولی اللہ ضرور ہوتا ہے **کما صرح بہ العلامۃ المناوی رحمہ اللہ تعالٰی فی التیسیر شرح الجامع الصغیر** (جیساکہ علامہ مناوی رحمہ اللہ تعالٰی نے تیسیر شرح جامع صغیر میں تصریح کی۔ت) اور ظاہر ہے کہ مقابر مسلمین میں صدہا مسلمانوں کی قبریں ہوتی ہیں بلکہ خدا جانے ایک ایک قبر میں کس کس قدر دفن دفن ہیں، تو بالضرورت ان میں بندگان مقبول بھی ضرور ہوں گے، بلکہ اس امر کی اموات میں زیادہ امید ہے کہ بہت بندے خدا کے جو زندگی میں آلودہ گناہ تھے بعد موت پاک وطیب ہوگئے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **الموت کفارۃ لکلِّ مسلمٍ**[73] موت کفارہ گناہ ہے ہر سُنی عــہ مسلمان کے لیے۔

عــہ: **فائدہ جلیلہ:** محاورہ قرآن وحدیث میں مومن ومسلم خاص اہلسنت کو کہتے ہیں کہ (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[73] شعب الایمان حدیث ۹۸۸۶ دارلکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۱۷۱

اخرجه ابو نعیم والبیهقی فی شعب الایمان عن انس رضی الله تعالٰی عنه وقال السیوطی صححه ابن العربی۔	اسے ابو نعیم اور بیہقی نے شعب الایمان میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیااور علامہ سیوطی نے فرمایا کہ ابن عربی نے اس کی تصحیح کی۔

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا کہ فاجر معلن کے فسق وفجور کا اس کی اندگی میں اعلان کیا جائے تاکہ لوگ اس سے احتراز کریں۔

اخرج ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبة والترمذی فی النوادر والحاکم فی الکنی، والشیرازی فی الالقاب وابن عدی فی الکامل والطبرانی فی الکبیر والبیهقی فی السنن والخطیب فی التاریخ ، کلهم عن الجارد عن بهزبن حکیم عن ابیه عن جده عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم اترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفه الناس اذکروا الفاجر بما فیه یحذره الناس[74]۔	ابن ابی الدنیا نے ذمِ الغیبۃ میں اور ترمذی نے نوادر میں اور حاکم نے کنی میں اور شیرازی نے القاب میں اور ابن عدی نے کامل میں اور طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے سنن میں اور خطیب نے تاریخ میں سب نے جارود سے ، جاورد نے بہزبن حکیم سے، انھوں نے اپنے باپ سے اور ان کے دادا نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی کہ کیا تم فاجر کاذکر کرنے سے ڈرتے ہو، لوگ اسے کب پہچانیں گے، فاجر کی بُرائیاں بیان کروتاکہ لوگ اس سے بچیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) زمانہ نزولِ قرآن عظیم وارشاد حدیث کریمہ میں صرف اہل سنت وجماعت ہی تھے، اس زمانے برکت نشان میں کسی بدمذہب ومبتدع کاہونا محال تھاکہ بدمذہبی شبہ وتاویل سے پیدا ہوتی ہے جسے یقین قطعی سے بدلنے والے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دنیامیں جلوہ فرماتھے، اگر شبہ گزرتا حضور کشف فرماتے، شبہ والامانتا توسُنی ہوتا، نہ مانتا توکافر ہوجاتا، یہ بیچ کی شق وہاں ممکن ہی نہ تھی، ولہذا آیہ کریمہ "ویتبع غیر سبیل المؤمنین" سے جب علماء نے حجیتِ اجماع پر استدلال کیا تصریح فرمادی کہ مبتدعین کااتفاق اجماع میں ملحوظ نہیں کہ مومنین سے مراد اُمتِ اجابت ہیں۔ مبتدعین اُمتِ اجابت نہیں اُمت دعوت ہیں دیکھوتوضیح وتلویح بحث اجماع وغیرہ۔ یہ فائدہ نفیسہ یادرکھنے کاہے کہ انما المؤمنون اخوۃ" وغیرہا آیات واحادیث میں مومنین سے اہلسنت ہی مراد ہیں، انھیں کے باہم اتفاق واتحاد کا حکم ہے۔ ندوۃ خذلہا اللہ تعالٰی کی تعمیم اور تمام گمراہوں، بدمذہبوں سے اتحاد وداد کی تعلیم سب بے دینوں کی تکریم وتعظیم پر ان نصوص کو پیش کرنا محض بددینی اور ضلالت ہے والعیاذ باللہ تعالٰی ۱۲منہ

[74] نوادر الاصول اصل نمبر ۶۶ فی ذکر الفاجر الخ دار صادر بیروت ص ۲۱۳، تاریخ بغداد ترجمہ ۳۷۴۵ و ۳۷۵۱ دار الکتاب العربی بیروت ۷/ ۲۶۲ و ۲۶۸ و ۳۸۲/۱

اور بعد موت کیسا ہی فاسق فاجر ہو اس کے برا کہنے اور اس کی برائیاں ذکر کرنے سے منع فرمایا کہ وہ اپنے کئے کو پہنچ گیا۔

اخرج الامام احمد والبخاری والنسائی عن ام المومنین الصدیقة رضی الله تعالٰی عنها عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال لاتسبوا الاموات فانهم قدا فضوا الی ماقدموا [75]۔ واخرج ابوداؤد والترمذی والحاکم والبیهقی عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم اذکر محاسن موتاکم وکفّوا عن مساویهم [76] واخرج النسائی بسند جید عن عائشه رضی الله تعالٰی عنها عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم لا تذکروا هلکاکم الابخیر [77]۔	امام احمد، بخاری اور نسائی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے، فرمایا: "تم مردوں کو برا نہ کہو کیونکہ انھوں نے جو کچھ کیا تھا وہ اس کی جزا کو پہنچے"۔ اور ابوداؤد، ترمذی، حاکم، بیہقی نے ابن عمر سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی کہ "تم اپنے مُردوں کی خوبیاں بیان کرو اور ان کی برائیوں سے در گزر کرو"۔ اور نسائی نے بسند جید عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی اور انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کہ "تم اپنے مردوں کو بھلائی سے ہی یاد کرو۔"

بعد اس اطلاع کے بھی اگر ایسے اشخاص اپنی حرکت سے باز نہ آئیں تو اب ان کی گستاخیاں عوام مومنین کے ساتھ ہی نہیں بلکہ حضرات اولیائے کرام کے ساتھ بھی ہوں گی، اور اشد واعظم مصیت اس کی جو اولیاء کی جناب رفیع میں گستاخی ہو، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ جل جلالہ فرماتا ہے:

من عادی لی ولیا فقد اٰذنته بالحرب [78]۔ رواہ الامام البخاری عن سیدنا ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه۔ **اقول:** وکفی بالجامع الصحیح حجةً وان کان فی قلب الذهبی ماکان۔	جو میرے کسی ولی سے دشمنی باندھے میں نے اس سے لڑائی کا اعلان کر دیا، اسے امام بخاری نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ **اقول:** دلیل کے طور پر جامع صحیح کا حوالہ کافی ہے اگرچہ مریب کے دل میں کچھ شک گزرے۔

---

[75] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ماینهی من سب الاموات قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۷

[76] سنن ابی داؤد باب مافی النهی عن سب الموتٰی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۱۵

[77] سنن النسائی النهی عن ذکر الهلکی الابخیر مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/ ۲۲۲

[78] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب التواضع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۶۳

غرض ان لوگوں پر ضرور ہے کہ اپنے حال سقیم پر رحم کریں اور خدائے جبار قہّار جل جلالہ کے انتقام سے ڈریں اور مسلمانوں کے اموات کو ایذا نہ پہنچائیں، آخر انھیں بھی اپنے امثال کی طرح ایک دن زمین میں جانا اور بیکس بے بس ہو کر پڑ نا ہے۔ جیسا کہ آج یہ لوگوں کے ساتھ پیش آتے ہیں ویسا ہی اور لوگ کل ان کے ساتھ کریں گے۔

عنه صلی الله تعالٰی علیه وسلم کما تدین تدان [79]۔ اخرجه ابن عدی فی الکامل عن ابن عمرواحمد فی المسند عن ابی الدرداء وعبد الرزاق فی الجامع عن ابی قلابة مرسلًا وھو عند الاٰخرین قطعة حدیث، قلت وله شواھد جمة، وھو من جوامع کلمه صلی الله تعالٰی علیه وسلم	سرکار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان ہے جیسا کروگے ویسا بھروگے۔ اسے ابن عدی نے کامل میں ابن عمر سے ، احمد نے مسند میں ابی الدرداسے اور عبدالرزاق نے جامع میں ابو قلابہ سے مرسلًا روایت کیا ہے، اور آخری دو کے نزدیک یہ حدیث کا ٹکڑا ہے، **قلت** (میں کہتا ہوں) اس کے لیے شواہد کثیر ہیں اور یہ حدیث حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جامع کلمات میں سے ہے (ت)

اللہ تعالٰی کی طرف شکوے کہ یہ بلا ان جاہلوں میں ان اجہلوں کی پھیلائی ہوئی ہے جنھوں نے اموات کو بالکل پتھر سمجھ لیا کہ مر گئے اور خاک ہوگیے، نہ اب کچھ سنیں نہ سمجھیں، نہ کسی چیز سے ایذا یا راحت پائیں اور جہاں تک بن پڑا قبور مسلمین کی عظمت قلوبِ عوام سے چھیل (سلب کر) ڈالی۔ فانّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

وصلِ دوم: تنقیح مقام وتفضیح اوہام نجدیہ لیام، نقل در فتوٰی فقیر غفرلہ ملک الانعام

فتوٰی اُولٰی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ: از کلکتہ امر تلالین نمبر ۸ مرسلہ حاجی لعل خاں صاحب وبار دوم بلفظ از کانپور بازار نیا گنج کمپنی دادو جی دادا بھائی سورتی، مرسلہ عبدالرحیم صاحب ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین رحمہم اللہ تعالٰی اس مسئلے میں کہ ایک طرف چند پرانی قبریں پائی جاتی ہیں اور باقی ایک تہائی سطح میدان پڑا ہوا ہے اور وہاں عمر رسیدہ قریب اسی ۸۰ سے سو ۱۰۰ برس کے بزرگوں سے تحقیق کرنے پر وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کے ہوش سے ہم لوگوں کے جاننے میں کسی حصہ اس سطح زمین میں کوئی میّت دفن نہیں ہوا ہے،

[79] کنزالعمال بحوالہ ابن عدی عن ابن عمر حدیث ۴۳۰۳۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۷۷۲

اس پر چند مسلمانان عالی ہمت نے اس تہائی خالی سطح زمین پر مدرسہ اور کتب خانہ بنانے کے لیے حاکم وقت سے درخواست کی تھی۔ تحقیق کرنے کے بعد کہ وہاں کوئی قبر نہیں ہے، حاکم وقت نے اجازت دے دی، ان حضرات نے مدرسہ وکتب خانہ بنانے کے لیے تمام سامان فراہم کیا ہے۔ اس صورت میں ایسے مقام پر مدرسہ کتب خانہ بنانا درست ہے یا نہیں؟ اور مدرسہ کی نیو (بنیاد) کھودتے وقت اگر احیانًا وہاں مردے کی بوسیدہ ہڈی نکلے تو اس کا کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

وقف کی تبدیل جائز نہیں، جو چیز جس مقصد کے لیے وقف ہے اسے بدل کر دوسرے مقصد کے لئے کردینا روا نہیں، جس طرح مسجد یا مدرسہ کو قبرستان نہیں کرسکتے یونہی قبرستان کو مسجد یا مدرسہ یا کتب خانہ کردینا حلال نہیں۔ سراج وہاج پھر فتاوی ہندیہ میں ہے:

لایجوز تغیر الوقف عن هیأته فلا یجعل بستانًا ولا الخان حمامًا ولا الرباط دکانًا الّا اذا جعل الواقف الی الناظر مایری فیه مصلحة الوقف[80] اھ قلت فاذالم یجز تبدیل الهیأة فکیف بتغییر اصل المقصود۔	وقف کو اس کی ہیئت سے تبدیل کرنا جائز نہیں لہٰذا گھر کا باغ بنانا اور سرائے کا حمام بنانا اور رباط کا دکان بنانا جائز نہیں، ہاں جب واقف نے نگہبان پر معاملہ چھوڑ دیا ہو کہ وہ ہر وہ کام کرسکتا جس میں وقف کی مصلحت ہو تو جائز ہے اھ **قلت** (میں کہتا ہوں) جب ایک ہیئت کی تبدیلی جائز نہیں تو اصل مقصود کی تغیر کیونکر جائز ہوگی!

اور اس پارہ قبرستان میں سو برس سے کوئی قبر نہ ہونا اسے قبرستان ہونے سے خارج نہیں کرسکتا۔ امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے قول مفتٰی بہ پر واقف کے صرف اتنا کہنے سے کہ میں نے یہ زمین مسلمان کیلئے وقف کی یا اس زمین کو مقبرہ مسلمین کردیا، وہ تمام زمین قبرستان ہوجاتی ہے اگرچہ ہنوز ایک مردہ بھی دفن نہ ہوا۔ اور امام محمد کے قول پر ایک شخص کے دفن سے ساری زمین قبرستان ہوجاتی ہے۔ اسعاف پھر ردالمحتار میں ہے:

تسلیم کل شیئ بحسبه ففی المقبرة بدفن واحد وفی السقایة بشربه وفی الخان	ہر چیز کا سپرد کرنا اس کی حیثت کے مطابق ہوتا ہے تو مقبرے میں ایک شخص کو دفن کرنا ہے اور سقایہ

[80] فتاوی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الرابع عشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۹۰

بنزوله[81]۔	میں ایک گھونٹ پانی پینا ہے اور سرائے میں اترنا ہے۔

ہدایہ وہندیہ میں ہے:

وعند ابی یوسف رحمه الله تعالٰی یزول ملکه بالقول کما هو أ صله ، وعند محمد رحمه الله تعالٰی اذا استقی الناس من السقایة وسکنوا الخان والرباط ودفنوافی المقبرة زال الملك ویکتفی بالواحد لتعذر فعل الجنس کله وعلی هذا البئر والحوض[82]۔	اور ابو یوسف کے نزدیک اس کی ملک کہنے سے زائل ہوجائیگی جیسی کہ یہ وقف کی اصل ہے اور امام محمد کے نزدیک جب لوگ سقایہ سے سیراب ہوں اور سرائے اور رباط میں رہیں، اور مقبرہ میں دفن کریں تو ملک زائل ہوجائیگی اور ایک پر اکتفاء کیا جائے گا کیونکہ تمام جنس کا فعل متعذر ہے اور کُنویں اور حوض کا حکم بھی ایسا ہی ہے۔

درمنتقی اور شامی میں ہے:

قدم فی التنویر والدرر والوقایة وغیرها قول ابی یوسف وعلمت ارجحیته فی الوقف والقضاء[83]اھ	تنویر، درر اور وقایہ وغیرہا میں ابویوسف کا قول مقدم رکھا اور تم اس کی ارجحیت وقف اور قضا میں جان چکے ہو۔

پس صورت مستفسرہ میں وہاں مدرسہ وکتب خانہ بنانا ہی جائز نہیں اگرچہ مُردے کی ہڈی نہ نکلے اور نکلنے کی حالت میں ممانعت اور اشد ہوجائے گی کہ قبر مسلم کی بے حرمتی ہوئی کما بیّنا فی الامر باحترام المقابر (جیساکہ ہم نے رسالہ الآمر باحترام المقابر میں بیان کیا ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

فتوٰی ثانیہ:

مسئلہ: از کانپور مسجد رنگیاں مرسلہ مولوی شاہ احمد حسن صاحب مرحوم بوساطت جناب مولانا مولوی وصی احمد صاحب ۲۱ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

بخدمت سراپائے برکت مولٰنا مولوی صاحب مجدد مائۃ حاضرہ، صاحبِ حجتِ قاہرہ امام جماعت عالم سنت مولٰنا وسیدنا المولوی محمد احمد رضا خاں صاحب تمت فیوضاتہم وعمّت سکنتہ المشارق والمغارب، السلام علیکم

[81] ردالمحتار کتاب الوقف مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۰۵
[82] فتاوٰی ہندیہ کتاب الثانی عشر فی الرباطات الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۶۵
[83] ردالمحتار کتاب الوقف مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۰۵

ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کانپوری مولوی احمد حسن صاحب سے ملاقات ہوئی۔ کہتے تھے کہ بالفعل ایک اشد ضرورت ہے وہ کہ یہ جامع العلوم والوں نے ایک فتوٰی لکھا، مستفتی میرے پاس لایا، میں نے ان کے خلاف جواب لکھا، جامع العلوم والوں نے اس کو دیوبند بھیجا، انھوں نے اپنے ہم مذہبوں کے جواب کی تصدیق کی۔ مستفتی پھر میرے پاس آیا کہ اب میں کس کے قول پر عمل کروں، میں نے کہا کہ جو فیصلہ حکم کرے اس پر عمل کرو، حضرت مولٰنا سے بڑھ کر حکم کون ہے۔ لہٰذا اس استفتاء کو اپنے ہمراہ لیتے جاؤ اور مولانا سے جواب لکھوالاؤ، اور فوراً روانہ کردو۔ چونکہ میرا ارادہ حاضری کا تھا میں نے استفتاء لے لیا اور اتفاق کہ میں حاضر نہ ہوسکا، اور یہ بہت ضروری ہے لہٰذا اس عریضے میں ہمراہ سید عبدالشکور صاحب حاضر خدمت کرتا ہوں اسی وقت فیصلہ لکھ دیجئے اور سید صاحب ہی کے ہمراہ واپس فرمائے کہ میں روانہ کردوں، مولوی احمد حسن صاحب انتظار میں ہوں گے،

نقل استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ سطح زمین قبرستان کے نام سے مشہور ہے جس کی ایک طرف چند پرانی شکستہ قبریں پائی جاتی ہیں الخ، بعینہٖ سوال آمدہ از کلکتہ امرتلالین واز کانپور بازار گنج، ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۲۱ھ کے عنقریب فتاوٰی میں گزرا۔

جواب اہالی مدرسہ جامع العلوم

ایسے مقام پر کتب خانہ اور مدرسہ بنانا جائز ہے لعدم المانع (کہ مانع معدوم ہے۔ت) اور اگر بوسیدہ ہڈی اتفاقی طور پر نکل آئے تو اس کو کہیں دفن کردے۔

وقال الزیلعی ولو بلی المیّت وصار ترابًا جاز دفن غیرہ فی قبرہ و زرعہ والبناءُ علیہ [84] اھ شامیۃ ص ۵۹۹ واللہ اعلم۔	امام زیلعی نے فرمایا اگر میّت بوسیدہ ہوکر مٹی ہوجائے تو اس کی قبر میں دوسرے کو دفن کرنا اور اس کی قبر پر کھیتی کرنا اور عمارت بنانا جائز ہے اھ شامیہ ص ۵۹۹ واللہ اعلم (ت)

الاحقر محمد رشید مدرس دوم مدرسہ جامع العلوم کانپور

محمد رشید دو عالم ز فیض (۱۳۱۳ھ)

من اجاب فقد اصاب (جو جواب دیا گیا درست ہے۔ت) محمد عبداللہ عفی عنہ

---

[84] ردالمحتار مطلب فی الدفن داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۹۹

ھذا الجواب غیر صحیح لانہ مخالف لعبارۃ الفقھاء۔	یہ جواب نادرست ہے کیونکہ یہ فقہاء کی عبارات کے خلاف ہے(ت)

محمد عبدالرزاق مدرس مدرسہ امداد العلوم کانپور

محمد عبدالرزاق

خلاصہ جواب جناب مولوی احمد حسن صاحب

صورت مسئولہ میں اس مقام پر کتب خانہ ومدرسہ بنانا ناجائز ہے اس لیے کہ یہ جگہ جب مقبرے کے نام سے مشہور اور وقف ہے تو شرعًا یہ مقبرہ سمجھا جائے گا اور اس مقبرے کے لیے زمین وقف ہوگی اور اس کی شہرت اس کے ثبوت کے لیے دلیل کافی ہے۔ درمختار میں ہے: تقبل فیه الشهادة بالشُّهرة [85] الخ ملخصًا (اس میں شہرت کی بناپر شہادت قبول کی جاتی ہے الخ۔ت) اسی طرح ردالمحتار میں ہے عالمگیریہ میں ہے: الشهادة علی الوقف بالشهرة تجوز [86] الخ (وقت پر شہادت شہرت کی بناء پر جائز ہے الخ۔ت) اور اس کے مندرس ہوجانے سے دوسرا کوئی نفع لینا درست نہ ہوگا۔ قاضی خاں مطبوعہ مصر جلد ثالث ص ۳۱۴ پر ہے:

مقبرة قدیمة بمحلة لم یبق فیھا اٰثار المقبرة ھل یباح لاھل المحلة الانتفاع بھا قال ابو نصر رحمه الله تعالٰی لایباح [87]۔	ایک محلے میں پرانا قبرستان ہے جس کے نشانات باقی نہیں رہے، کیا اہل محلّہ اس سے نفع حاصل کرسکتے ہیں، ابونصر رحمہ اللہ تعالٰی نے کہا کہ مباح نہیں ہے۔

عالمگیری میں جلد ثانی مطبوعہ مصر صفحہ ۴۷۰ و ۴۷۱:

سئل القاضی الامام شمس الائمة محمود الاوز جندی عن المقبرة اذا اندرست و لم یبق فیھا اثر الموتٰی لاالعظم ولاغیرہ ھل یجوز زرعھا و استغلالھا قال لاولھا	قاضی شمس الائمہ محمود اوزجندی سے ایسے مقام قبرستان کے بارے میں دریافت کیا گیا جس کے نشانات مٹ گئے ہوں اور اس میں ہڈیاں تک نہ رہی ہوں کیا اس میں کھیتی باڑی کرنا اور اسے کرائے پر دینا جائز ہے،

[85] درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الوقف فی اجارتہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۸

[86] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الفصل الثانی فی الشادۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۳۸

[87] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی المقابر والرباطات ۴/ ۷۲۵

حکم المقبرۃ۔ کذافی المحیط[88]۔	فرمایا: نہیں، وہ قبرستان کے حکم میں ہے جیسا کہ محیط میں ہے۔

نہ عدم جوازِ انتفاع بالمقبرہ امام زیلعی کی اس عبارت ہی کے خلاف ہے اس لیے کہ انھوں نے "جوازِ میّت" کے بوسیدہ اور خاک ہوجانے پر مرتب فرمایا ہے، اور یہاں عدمِ جواز اس وجہ سے نہیں بلکہ بہ سبب مقبرے کے وقف ہونے میں ہے۔ جیسا کہ مصحح نے عالمگیریہ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے، عبارت منقولہ عالمگیریہ پر یہ عبارت لکھی ہے:

قولہ قال لاھذا لاینا فی ماقالہ الزیلعی، لان المانع ھنا کون المحل موقوفا علی الدفن فلا یجوز استعمالہ فی غیرہٖ فلیتامل ولیحرر اھ مصححہ[89]۔ سئل شمس الائمۃ الحلوانی عن مسجد اوحوضٍ خرب لایحتاج الیہ لتفرق الناس ھل للقاضی ان یصرف اوقافہ الٰی مسجدٍ اٰخر اوحوض او اٰخر۔ قال نعم، ولو لم یتفرق الناس ولکن استغنی الحوض عن العمارۃ و ھناك مسجد محتاج الی العمارۃ اوعلی العکس ھل یجوز للقاضی صرف وقف ما استغنی عن العمارۃ الٰی عمارۃٍ ماھو محتاج الی العمارۃ فقال لا، کذافی المحیط[90]	ان کا قول "انھوں نے کہا نہیں" یہ زیلعی کے قول کے منافی نہیں کیونکہ یہاں مانع محل کا دفن کے لیے موقوف ہونا ہے تو اس کا استعمال غیر میں جائز نہیں، غور کرنا چاہیے اور اسے محفوظ کرنا چاہئے اھ مصحح۔ اور مسائل سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ غیر جنس کی طرف وقف جائز نہیں، عالمگیریہ جلد ثانی ص ۴۷۸ میں ہے۔ شمس الائمہ حلوانی سے مسجد یا حوض کے بارے میں دریافت کیا گیا جو ویران ہوں اور ان کی ضرورت نہ رہی ہو کیونکہ وہاں آبادی نہیں رہی، کیا قاضی اس کے اوقاف کو دوسری مسجد یا دوسرے حوض میں صرف کرسکتا ہے؟ فرمایا: ہاں اور اگر لوگ وہیں رہتے ہوں مگر اس حوض کی ضرورت نہ رہی ہو اور وہاں مسجد عمارت کی محتاج ہو یا بالعکس تو کیا قاضی اس وقف کی آمدنی جس کی ضرورت نہ ہو دوسرے محتاج وقف کی تعمیر پر خرچ کرسکتا ہے؟ تو فرمایا نہیں۔ محیط میں اسی طرح ہے۔

لہٰذا اس زمین میں جو دفن کے لیے وقف ہو مدرسہ وغیرہ بنانا جائز نہ ہوگا گو خالی ہی کیوں نہ ہو، اور دوسرے اس کا خالی ہونا فقط شہادت سے کہ ہماری عمر میں ہمارے علم میں کوئی میّت دفن نہ کی گئی، ثابت نہیں ہوسکتا بلکہ

[88] فتاوٰی ہندیۃ الباب الثانی عشر فی الرباطات الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۷۱۔۴۷۰
[89] حاشیہ فتاوٰی ہندیۃ الباب الثانی عشر فی الرباطات الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۷۱
[90] فتاوٰی ہندیۃ الباب الثالث عشر فی الاوقاف الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۷۸

اس قدیم مقبرے کا پر ہونا سمجھا جاتا ہے کہ جب دو تہائی زمین میں قبریں اس قدر پرانی ہیں کہ سو۱۰۰ برس کے لوگوں کے ہوش سے قبل کی ہیں تو ایک ثلث میں اس سے بھی پہلے کی ہوں گی اور وہ بالکل منہدم ہو گئی ہوں اور زمین صاف معلوم ہوتی ہو، زمین بھر جانے کی وجہ سے دفن کرنا چھوڑ دیا گیا ہو، ہاں اگر کوئی شخص بیان کرے کہ جب سے یہ زمین مقبرے کے لیے وقف ہوئی کوئی میّت اس تہائی میں نہ دفن کی گئی تو البتہ خالی ہونا ثابت ہوسکتا ہے پھر بھی مدرسہ وغیرہ سوائے دفن کے دوسرے کام میں لانا ناجائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ عبدہ العاصی فضل الٰہی عفی عنہ

وھذا الجواب صحیح (یہ جواب صحیح ہے۔ت) کتبہ عبدالرزاق عفی عنہ

الجواب الثانی صحیح (جواب ثانی صحیح ہے۔ت) کتبہ احمد حسن عفی عنہ

جواب مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ دیوبندیاں

الجواب:

یہ جواب صحیح نہیں ہے اور مجیب صاحب نے جو روایت نقل کہ ہے اس سے بھی مدّعا ثابت نہیں ہوتا۔ الحاصل وہ قبرستان وقف نہیں ہے تو کچھ کلام نہیں ہے اور قبرستان کو جو وقف مشہور کردیتے ہیں یہ سب جگہ جاری نہیں، اکثر جگہ دیکھا گیا ہے کہ گورستان وقف نہیں ہوتا اور بعد تسلیم اس بات کے کہ وہ وقفی ہے اس صورت میں کہ وہاں دفن اموات کا ایک مدت دراز سے بند ہے تو اس میں دوسرا مکان وقفی بنا دینا درست ہے۔ لہٰذا مدرسہ وقفی بنانا اس گورستان میں جائز ہے، چنانچہ اس روایت سے واضح ہے، یعنی عینی شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۳۵۹:

فان قلت هل یجوز ان تبنی المساجد علی قبور المسلمین قلت قال ابن القاسم لو ان مقبرۃ من مقابر المسلمین عفت فبنی قوم علیها مسجدًا لم اربذالك باسا۔ وذالك لان المقابر وقف من اوقاف المسلمین لدفن موتاهم لایجوز لاحدٍ ان یملکها فاذا درست واستغنی عن الدفن فیها جاز صرفها لای المسجد لان المسجد ایضًا وقف من اوقاف المسلمین، لایجوز	**اگر تم کہو،** کیا مسلمانوں کی قبروں پر مساجد کا بنانا جائز ہے؟ میں کہوں گا : ابن قاسم نے کہا اگر مسلمانوں کا کوئی قبرستان ختم ہوجائے اور وہاں کچھ لوگ مسجد بنالیں تو میں اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا، کیونکہ قبرستان بھی مسلمانوں کا ایک وقف ہے ان کے مردوں کو دفن کرنے کے لیے، کسی کے لیے اس کا مالک بننا جائز نہیں، اب جبکہ وہ مٹ گیا او ر اس میں دفن کی ضرورت نہیں رہی تو اسے مسجد کے استعمال میں لانا جائز ہوا کیونکہ مسجد بھی مسلمانوں کے اوقاف میں سے ایک وقف ہے کسی کو اس کا

تملیکا لاحد فمعناھما علی ھذا واحد[91]۔	مالک بنانا جائز نہیں۔ لہٰذا ان دونوں کا مقصد ایک ہے۔

درکُتبِ فقہیہ میں بھی روایاتِ جواز موجود ہیں مگر بندے کو مہلت نہیں، فقط، واللہ تعالٰی اعلم ۔ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رشید احمد (۱۳۰۱ھ)

الجواب صحیح۔ بندہ محمود عفی عنہ الجواب صحیح۔ بندہ مسکین محمد یسین عفی عنہ الجواب صحیح۔ غلام رسول عفی عنہ محمد یسین عفی عنہ جبکہ وہ مقبرہ نہایت کہنہ ہے اور اس وقت دفن کرنا وہاں متروک ہوگیا ہے تو بناء مدرسہ اس جگہ میں خصوصًا حصہ خالی میں درست ہے۔ البتہ اگر وہ مقبرہ فی الحال دفنِ اموات میں کام آتا ہو تو کوئی اور بناء اس میں درست نہیں ہے۔

قال فی عٰلمگیریۃ، ولوبلی المیّت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ کذا فی التبیین[92]۔	عٰلمگیریہ میں ہے کہ اگر میّت پرانی ہوجائے اور مٹی ہوجائے تو دوسرے کو اس قبر میں دفن کرنا جائز ہے اور اس میں کھیتی کرنا اور اس پر عمارت بنانا بھی جائز ہے جیسا کہ تبیین میں ہے۔

فقط، واللہ تعالٰی اعلم ۔ کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ

فتوکل علی العزیز الرحمن
(۱۳۰۷ھ)

الجواب:

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جواب اول غلط صریح، اور حکم ثانی حق وصحیح اور تحریر ثالث جہل فتیح ہے۔

گنگوہی صاحب کا بے محل شقشقہ

اوّلاً سوال میں صاف تصریح تھی کہ "ایک سطح وقف زمین، پھر مجیب سوم کی تشقیق کہ "اگر وہ قبرستان نہیں" الخ محض شقشقہ بے معنی ہے،

وقف میں شہرت کافی ہے اور گنگوہی صاحب کی جہالت

ثانیًا قبرستان کو جو وقف مشہور کردیتے ہیں یہ سب جگہ جاری نہیں، اس "یہ" کا مشارالیہ شہرت ہے

[91] عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری باب حل تنبش قبور المشرکین الخ ادارۃ الطباعۃ المنیرۃ بیروت ۴/ ۱۷۹

[92] فتاوٰی ہندیۃ الفصل السادس فی القبر والدفن نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۶۷

یاواقفیت، اول صحیح ہے مگر مہمل وندائے بے محل، سوال اس صورت میں خاصہ سے ہے جہاں شہرت موجود ہے اس پر حکم کے لیے ہر جگہ شہرت کیا ضرور، یوں ہی دوم بھی اگر مقصود سلب واقفیت بحال انتقائے شہرت ہو، اور ان ہی دونوں صورتوں میں یہ قول کہ "اکثر جگہ دیکھا گیا کہ گورستان وقف نہیں ہوتا" رُوبصحت رکھتا ہے اگرچہ کثیر واکثر میں فرق نہ کرنا ضیق نطاق بیان اور اگر نفی واقفیت شہرت مراد تو محض مردود وظاہر انفساد، اور اب وہ شہادت مشاہدہ اکثر بلاد صراحتاً حکایت بے محکی عنہ ہے متون وشروح وفتاوائے مذہب میں تصریحات جلیہ ہیں کہ شہرت مثبت واقفیت ومسوغ شہادت ہے۔

کلام مجیب دوم سلمہ میں بھی اس کی بعض نقول منقول، پھر باوصف تسلیم دلیل شرعی نفی مدلول جہل قطعی، یہاں شہادت شہرت کونہ ماننا نہ اسی مقبرے بلکہ عامہ اوقافِ قدیمہ یکسر مٹادینا ہے، طول عہد کے بعد شہود معاینہ کہاں، اور مجرد خط حجت نہیں، فتاوٰی خیریہ میں ہے:

لایعمل بمجرد الدفتر ولامجرد الحجة لما صرح به علمائنا من عدم الاعتماد علی الخط وعدم العمل به کمکتوب الوقف الذی علیه خطوط القضاة الماضین وانما العمل فی ذلك بالبینة الشرعیة[93]۔	صرف تحریر پر عمل نہ ہوگا اور نہ صرف دلیل پر کیونکہ ہمارے علماء نے تصریح کردی ہے کہ خط پر اعتماد نہیں اور اس پر عمل نہیں، جیسے وہ وقف نامہ جس پر گزشتہ قاضیوں کی تحریریں ہوں، اس معاملے میں شرعی گواہوں پر ہی عمل ہوگا۔

اسی میں ہے:

کتاب الوقف انما هو کاغذ به خط وهولا یعتمد علیه ولایعمل به، کما صرّح به کثیر من علمائنا ، والعبرة فی ذالك للبیّنة الشرعیة وفی الوقف یسوغ للشاهدان یشهد بالسماع ویطلق، ولایضرّ فی شهادته قول بعد شهادته لم اعائن الوقف ولکن اشتهر عندی او اخبرنی به من اثق به[94]۔	وقف کی تحریر تو ایک کاغذ ہے جس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی عمل کیا جاسکتا ہے جیسا کہ ہمارے بہت سے علماء نے تصریح کی ہے، اعتبار اس معاملہ میں شرعی گواہوں کا ہے اور وقف میں گواہ کے لیے جائز ہے کہ سُن کر گواہی دے اور اطلاق رکھے، اور اس کی شہادت میں ادائے شہادت کے بعد یہ کہنا کہ میں نے وقف کا معائنہ نہیں کیا، لیکن میرے نزدیک مشہور ایسا ہی ہے یا مجھے قابل اعتماد شخص نے خبر دی ہے کچھ مضر نہیں۔

---

[93] فتاوٰی خیریۃ کتاب الوقف دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۱۸

[94] فتاوٰی خیریۃ کتاب الوقف دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۰۳

اب اگر شہرت بھی منقول نہ ہو تو ہزاروں وقف سوا اس کے کہ محض بے ثبوت و باطل قرار پائیں اور کیا نتیجہ ہے

وقف میں تبدیلی حرام ہے اور گنگوہی صاحب کی سفاہت

ثالثًا مقبرے کے لیے وقف تسلیم کرکے اس میں مدرسہ وغیرہ دوسرے مکان وقفی بنانے کو درست بتانا ظلم واضح و جہل فاضح ہے کہ اس میں صراحۃً تغیر وقف ہے اور وہ حرام ہے حتی کہ متولّی بھی وقف پر ولایت رکھتا ہے نہ کہ اجنبی حتی کہ علماء نے تغیر ہیأت کی بھی بے اذن واقف اجازت نہ دی، نہ کہ تغیر اصل وقف، عقود الدریہّ میں ہے:

لا یجوز للناظر تغیر صیغۃ الواقف کما افتی بہ الخیر الرملی والحانوتی وغیرھما[95]۔	وقف کے نگہبان کے لیے واقف کے صیغے کی تبدیلی جائز نہیں، جیسا کہ خیر رملی اور حانوتی وغیرہما نے فتوٰی دیا ہے۔

سراج وہاج وہندیہ میں ہے:

لایجوز تغییر الوقف عن ھیأتہ فلا یجعل الدار بستانا ولا الخان حمّاما ولا الرباط دکّانا الاّ اذاجعل الواقف الی الناظر مایرٰی فیہ مصلحۃ الوقف[96]۔	وقف کو اس کی ہیئت سے تبدیل کرنا جائز نہیں، لہٰذا گھر کو باغ اور سرائے کو حمام اور رباط کو دکان بنانا جائز نہیں، ہاں واقف نے اگر نگرانِ وقف کو اجازت دے رکھی ہے کہ وہ ہر وہ کام کرسکتا ہے جس میں وقف کی مصلحت ہو تو ٹھیک ہے۔

فتح القدیر و ردالمحتار و شرح الاشباہ للعلامۃ البیری میں ہے:

الواجب ابقاء الوقف علٰی ماکان علیہ دون زیادۃ اخری[97]۔	وقف کو اپنی اصل حالت پر باقی رکھنا واجب ہے بغیر اس کے کہ اس پر کوئی دوسری زیادتی کی جائے۔(ت)

وقف کرنے کے لیے مالک ہونا شرط ہے، شیئ ایک بار وقف ہو کر دوبارہ وقف نہیں ہوسکتی

(اور گنگوہی صاحب کی ناواقفی)

رابعًا: مدرسہ یا کتب خانہ یا کوئی مکان کیا خالی دیواروں کا نام ہے۔ ہر عاقل ادنٰی عقل والا بھی جانتا ہے کہ زمین ضرور اس میں داخل، تنہا دیواروں کو بناء و عملہ کہتے ہیں، نہ بیت و خانہ، مدرسہ جائے درس،

---

[95] العقود الدریۃ لایجوز للناظر تغییر الوقف حاجی عبدالغفار و پسران قندھار افغانستان ۱/ ۱۱۵

[96] فتاوٰی ہندیۃ الباب الرابع عشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۹۰

[97] فتح القدیر کتاب الوقف مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۴۴۰

محل درس زمین ہے یا دیواروں پر بیٹھ کر درس ہوگا؟ اور یوں بھی ہو تاہم قرار استقرار کو انتہا علی الارض سے کیا چارہ، اور یہ زمین ایک بار ایک جہت کے لیے وقف ہوچکی ہے دوبارہ وقفیت کیونکر معقول کہ واقف کا وقتِ وقف مالک موقوف ہونا شرط وقف ہے ہمارے مذہب میں بالاتفاق اہل وقوف اس پر صحت وقف موقوف اور وقفِ بعد تمامی کسی کی ملک نہیں، تو پھر اصل واقف بھی اگر دوبارہ اسے وقف کرنا چاہے محض باطل ہوگا، نہ کہ زید و عمرو بلکہ حکم عام ہے، خواہ وقف دوبارہ جہت اُخرٰی پر ہو یا اسی جہتِ اولٰی پر کہ علی الاول تحویل باطل ہے اور علی الثانی تحصیل حاصل والکل باطل۔ بحرالرائق و عٰلمگیریہ وغیرہما میں ہے:

اما شرائطہ فمنھا العقل والبلوغ ومنھا ان یکون قربۃ ومنھا الملك وقت الوقف ویتفرع علی اشتراط الملك انہ لایجوز وقف الاقطاعات ولا وقف ارض الحوز للامام[98] ملتقطا۔	بہر حال وقف کی شرائط تو ان میں سے بلوغ اور عقل ہے اور ان میں سے اس کا عبادت کیلئے ہونا ہے اور وقتِ وقف ملک کا ہونا ہے ملک کی شرط پر یہ بھی متفرع ہے کہ جاگیر کا وقف جائز نہیں، اور امام کی گھیری ہوئی زمین کا وقف بھی جائز نہیں۔ ملتقطا

اسعاف میں ہے:

اتفق ابویوسف ومحمد رحمھما اللہ تعالٰی ان الوقف یتوقف جوازہ علی شروط بعضھا فی المتصرف کالملك فان الولایۃ علی المحل شرط الجواز والولایۃ تستفاد بالملك اوھی نفس الملك[99]۔	ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی نے اتفاق کیا ہے کہ وقف کا جواز بعض شرائط پر موقوف ہے، کچھ تو اس میں سے متصرف ہیں جیسے ملک، کیونکہ ولایت "محل" شرط جواز ہے اور ولایت یا تو ملک سے مستفاد ہے یا وہ خود ملک ہے۔

اسی میں ہے:

لو وقف ارضا اقطعہ ایاھا السلطان فان کانت ملکالہ او مواتا صح وان کانت من بیت المال لایصحّ[100]۔	اگر کوئی شخص نے بادشاہ کی دی ہوئی جاگیر وقف کردی تو اگر وہ اس کی ملک ہے یا وہ مردہ زمین ہے تو صحیح ہے اور اگر بیت المال سے ہے تو صحیح نہیں۔

---

[98] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف باب الاول فی تعریف الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۳۵۲ تا ۳۵۴

[99] اسعاف

[100] اسعاف

زمین وقف میں کوئی عمارت دوسری غرض کے لیے وقف نہیں ہوسکتی

(اور گنگوہی صاحب کی نادانی)

خامسًا تنہا عمارت وقف ہوگی یا تنہا زمین یا دونوں، ثانی بدیہی البطلان ہے لان الوقف لایوقف (کیونکہ وقف کادوبارہ وقف جائز نہیں۔ت) یوں ہی ثالث لانہ علیہ یتوقف (کیونکہ وہ وقف پر موقوف ہے۔ت) اول کا جواز ارض غیر محتکرہ میں اس صورت میں ہے کہ یہ عمارت اسی کام پر وقف ہو جس پر اصل زمین کا وقف ہے ھو الصحیح بل ھو التحقیق وبہ التوفیق (یہ صحیح ہے بلکہ یہی تحقیق ہے اللہ تعالٰی کی توفیق ہے۔ت) توزمین مقبرہ اور دیواریں مدرسہ محض وسوسہ۔ فتاوٰی علامہ خیر الدین رملی میں ہے:

سئل فی کرم مشتمل علٰی عنب وتین وارضہ وقف سیدنا الخلیل علیہ وعلٰی نبیّنا وسائر الانبیاء افضل الصلٰوۃ واتم السلام من الملك الجلیل ادّعٰی رجل بانّہ وقف جدہ ھل تسمع دعواہ، اجاب لاتسمع ولاتصح، اذاالکرم اسم للارض والشجر وان ارید بہ الشجر فوقف الشجر علٰی جھتہ غیر جھۃ الارض مختلف فیہ وقد قال صاحب الذخیرۃ وقف البناء من غیر وقف الارض لم یجزھوالصحیح وان ارید کل من الارض والشجر فبطلانہ بدیھی التصور وان ارید الارض فبدیھیۃ البطلان اولٰی[101] اھ ملتقطا۔	اب باغ کے بارے میں دریافت کیا گیا جس میں انگور اور انجیر ہیں اور اس کی زمین جس کو حضرت ابراہیم علٰی نبینا وسائر الانبیاء افضل الصلٰوۃ واتم السلام من الملک الجلیل نے وقف کیا تھا، ایسے باغ پر ایک شخص نے دعوی کردیا کہ یہ اس کے دادا نے وقف کیا تھا، کیا اس کا دعوی سُنا جائے گا؟ جواب دیا، نہیں، کیونکہ باغ زمین اور درختوں کے مجموعے کا نام ہے، اور اگر اس سے مراد درخت ہوں تو درختوں کا زمین کی جہت کے بغیر وقف کرنا مختلف فیہ ہے، صاحبِ ذخیرہ نے کہا ہے کہ عمارت کا وقف کرنا زمین کے بغیر جائز نہیں، یہی صحیح ہے۔ اور اگر زمین اور درخت سب مراد ہوں تو اس کا باطل ہونا ظاہر ہے اور اگر صرف زمین مراد ہو تو اس کا باطل ہونا اور بھی ظاہر ہے اھ ملتقطا۔

اسی میں اس کے متصل ہے:

کیف یصح للواقف وقفھا علٰی نفسہ و	واقف اس کو اپنے اوپر کیونکر وقف کرسکتا ہے حالانکہ

[101] فتاوٰی خیریۃ کتاب الوقف دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۷۶

ھی وقف الخلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام [102] اھ وھذا معنی قولہ فبطلانہ بدیھی التصور۔	یہ وقف ابراہیم علیہ السلام کا ہے اھ یہی معنی ہیں ان کے قول کے کہ اس کا بطلان ظاہر ہے

ردالمحتار میں ہے:

الذی حرّرہ فی البحر اخذا من قولہ الظھیریۃ وامّا اذا وقفہ علی الجھۃ التی کانت البقعۃ وقفًا علیہ جاز اتفاقًا تبعًا للبقعۃ وان قول الذخیرۃ لم یجزھو الصحیح مقصور علٰی ماعداصورۃ الاتفاق وھوماذا کانت الارض ملکًا اووقفًا علٰی جھۃ اخری [103]اھ وعلی ھذا فینبغی ان یستثنٰی من ارض الوقف ماذاکانت معدۃ للاحتکار وبہ یتضح الحال ویحصل التوفیق بین الاقوال [104] اھ ملخصا ، وقد اوضحناہ فیما علّقنا علیہ۔	جو بحر میں تحریر کیا ہے وہ ظہیریہ کے قول سے ماخوذ ہے اور اگر اسی جہت پر وقف کیا جس پر وہ خطّہ وقف تھا تو وقف اسکی اتباع میں بالاتفاق جائز ہے، اور ذخیرہ کا قول "جائز نہیں" صحیح ہے اور یہ اتفاق کی صورت کے غیر پر مقصور ہے اور یہ اس وقت ہے جبکہ زمین ملک یا وقف ہو کسی دوسری جہت پر، اس بناء پر زمین وقف سے اس صورت کا استثنا ضروری ہے جبکہ وہ زمین احتکار کے لیے تیار کی گئی ہو۔ اس سے صورتِ حال واضح ہوجاتی ہے اور تمام اقوال میں توفیق حاصل ہوجاتی ہے اھ ملخصا اور ہم نے ردالمحتار کی تعلیقات میں اس کی خوب وضاحت کی ہے۔

گنگوہی صاحب کی سخت نافہمی، متعلقہ روایتوں کو بے علاقہ بتانا

سادسًا مدرسہ یا کتب خانہ جو بنایا جائے گا جبکہ شرعًا وقف نہیں ہوسکتا، لاجرم بانیان پر رہے گا اور اب یہ صراحةً وقف تصرف مالکانہ اور اپنے انتفاع کے لیے اس میں عمارت بنانا ہوگا، تو آفتاب کی طرح واضح ہے کہ قاضی خاں وعلمگیری ومحیط کی عبارات جو مجیب دوم سلمہ نے نقل کیں کہ مقبرہ اگرچہ مندرس ہوجائے اس میں قبر کا نشان درکنار، اموات کی ہڈی تک نہ رہے، جب بھی اس سے انتفاع حرام، اور ہمیشہ اس کے لیے حکم مقبرہ رہے گا، اسی طرح فتاوٰی ظہیریہ وخزانۃ المفتین واسعاف کی عبارات کہ:

مقبرۃ قدیمۃ بمحلۃ لم یبق فیھا آثار المقبرۃ	جو قبرستان پُرانا ہو اس میں مقبرے کے آثار باقی

---

[102] فتاوٰی خیریہ کتاب الوقف دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۷۷

[103] ردالمحتار کتاب الوقف مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۲۸

104

لایباح لاھل المحلة الانتفاع بھا وان کان فیھا حشیش یحش منھا ویخرج الحشیش الی الدّواب، ولاترسل الدواب فیھا[105]۔	نہ رہے ہوں تو اس سے اہل محلّہ نفع حاصل کر سکتے ہیں، اگر اس میں گھاس ہو تو وہ بھی کاٹی جاسکتی ہے، کاٹ کر باہر لائی جائے مگر جانور قبرستان میں نہ چھوڑے جائیں۔قطعًا مفید مدّعا تھیں۔

اور مجیب صاحب سوم کا یہ زعم کہ: "مجیب صاحب نے جو روایت نقل کی ہے اس سے بھی مدعا ثابت نہیں ہوتا، محض سوءِ فہم اور جہل مبین۔"

(گنگوہی صاحب کی سخت بے علمی، نصوص مذہب کو چھوڑ کر ایک مالکی عالم سے استناد)

گنگوہی صاحب پر گرفت

سابعًا مجیب سوم کو جب فقہ میں کوئی راہ نہ ملی، ناچار متون وشروح وفتاوائے مذہب سب بالائے طاق رکھ کر نصوص اصول وفروع فقہ حنفی سب سے آنکھ بند کرکے شرح صحیح بخاری سے ایک روایت خارج عن المذہب پر قناعت کی کہ ابن القاسم نے کہا کہ میری رائے میں جب مقبرے کے آثار مٹ جائیں اور اس کی حاجت نہ رہے تو وہاں مسجد بنالینا جائز ہے۔عربی لفظوں کا ترجمہ دیکھ لیا، اب یہ ادراک کسے کہ یہ ابن القاسم کون ہیں؟ کس مذہب کے عالم ہیں؟ ان کا قول مذہب حنفی میں کہاں تک سنا جاسکتا ہے؟ اور وہ بھی خاص ان کی رائے، اور وہ بھی اصول وفروعِ مذہب کے صریح خلاف، مجیب صاحب علامہ عینی رحمۃاللہ تعالٰی علیہ شرح جامع صحیح میں صرف اقوال مذہب پر اقتصار نہیں کرتے، بلکہ ائمہ اربعہ اور ان سے بھی گزر کر بعض دیگر سابق ولاحق بلکہ بعض بد مذہبوں مثلًا داؤد ظاہری وابن حزم تک کے اقوال نقل کر جاتے ہیں، بلکہ بارہا این وآن ہی کے قول پر قناعت فرماتے ہیں اور ائمہ مذہب کا مذہب بیان میں نہیں لاتے، جاہل کہ تراجم علماء سے آگاہ نہیں آپ کی طرح دھوکا کھاجاتا ہے اور خادم علم بحمد اللہ تعالٰی فرقِ مراتب وتفرقہ مذاہب کی خبر رکھتا ہے۔علامہ عینی یہاں کسی کتاب فقہ کی تحریر میں نہیں یہ اسطرادی بالائی فوائد ہیں جن سے اقاویل ناس پر اطلاع مقصود اور مذہب تو اصلًا وفرعًا کتبِ مذہب میں مضبوط ہوچکا۔ ان کی ان نقول کا اکثر مادہ تصانیف ابن المنذر وابن بطال وغیرہما شافعیہ وغیرہم ہیں ان کی عادت ہے کہ محلِ نقل میں سطریں کی سطریں بلکہ کہیں صفحے بلاعزو بے تغیر لفظ نقل فرماتے ہیں جس پر ان کے امام عصری امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالٰی نے الدرر الکامنہ میں تنبیہ کی، یہاں بھی صدر کلام

---

[105] فتاوٰی ظہیریہ

ذکر ما یستنبط منہ من الاحکام سے آپ کی منقولہ حکایت تک اسی قسم کی عبارت ہے عالم تو متعدد وجہ سے پہچانے گا کہ یہ کلام حنفیّہ نہیں۔
آپ نے اتنا ہی دیکھا ہوتا کہ اس عبارت میں ہے: الی جواز نبش قبورھم للمال ذھب الکوفیون والشافعی واشھب بھذا الحدیث [106] (کوفہ والے، شافعی اور اشہب اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے اس طرف گئے ہیں کہ حصول مال کیلئے انکی قبروں کو اکھاڑنا جائز) حنفیّہ کا محاورہ نہیں کہ اپنے ائمہ کا مذہب یوں بیان کریں کہ کوفے والے ادھر گئے ہیں، قائل حنفی ہوتا تو "ذھب ائمتنا یا اصحابنا یا علماؤنا وامثال ذلک" لکھتا۔ یہ ابن القاسم واشہب عـــہ دونوں حضرات مالکی مذہب عالم ہیں۔ خود امام ہمام کے شاگرد، اور ان کے مذہب میں اہل روایت ودرایت جیسے ہمارے ہاں زفر وحسن بن زیاد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم، آپ کی مقدس بزرگی کہ مذہب حنفی کے صریح خلاف ایک مالکی عالم کی رائے پر فتوی دیتے، اور اپنے زعم میں اسے مذہب حنفی کی روایت سمجھ رہے ہیں حالانکہ ہمارے ائمہ تو ہمارے ائمہ وہ اس مذہب کے بھی امام مجتہد سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ یہ ابن القاسم ہمارے علماء سے نہیں، مگر ہاں جب نافہمی کی ٹھہری تو آپ کو کیا لگتا ہے کہ اس ذکر اصحابنا کو بھی قال ابن القاسم کے تحت میں داخل اور انھیں کے مقولے میں شامل مانتے۔ گنگوہی صاحب کی تین چالاکیاں اور ان کا الٹا پڑنا

ثامنًا مجیب صاحب نے ناحق اس حکایت غیر مذہب پر قناعت کی کہ فقط بیچارے مردہ مسلمانوں کی قبریں، طلبہ اور مدرسہ کے بھنگی بہشتی سے پامال کرانے کی گنجائش ملی۔ اس ذکر اصحابنا کو کیوں نہ لیا کہ مسجدوں میں چلانے، گھوڑے یا گدھے باندھنے کی راہ چلتی۔

بل ھو اشنع واخنع وھو اتخاذ موضع المسجد حشاو کنیعا لقولہ وذکراصحابنا ان المسجد اذاخرب ودثر ولم یبق حولہ جماعۃ، والمقبرۃ اذا عفت ودثرت تعود ملکا لاربابھا، "قال" فاذا عادت ملکا یجوز ان یبنی موضع المسجد دارًا وموضع	بلکہ یہ زیادہ برا ہے کہ مسجد کو اصطبل یا باڑہ بنالیا جائے کیونکہ انھوں نے کہا: ہمارے اصحاب نے ذکر کیا کہ مسجد جب ویران ہوجائے اور اس کے گرد کوئی جماعت نہ رہے اور قبرستان جب مٹ جائے تو ان پر ان کے سابق مالک کی ملک لوٹ آتی ہے، انھوں نے فرمایا کہ جب یہ چیزیں مِلک میں آگئیں تو مسجد کی جگہ کو گھر اور قبرستان کی جگہ

عـــہ: دونوں حضرات کے مزار فائض الانوار قرافہ میں یکجا ہیں، علماء فرماتے ہیں ان دونوں مزار کے بیچ میں دعا قبول ہوتی ہے ۱۲ منہ حفظ ربہ

[106] عمدۃ القاری باب ھل تنبش قبور مشرکی الجاہلیہ الخ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۴/ ۱۷۹

المقبر مسجد اوغیر ذلک[107] لان الدّار لابدّلھا من تلك الاشیاء۔	کو مسجد وغیرہ بنانا درست ہوا، کیونکہ گھر کے لیے ان چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔

مگر آپ نے ضرور ہوشیاری برتی، اوّلاً جانتے تھے کہ کتب معتمدہ مذہب مشہورہ متداولہ میں اسے صراحۃً رد کیا اور اس کے خلاف پر بشد ومد فتوٰی دیا ہے تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

ولوخرب ماحوله استغنی عنه یبقی مسجدا عند الامام والثانی ابدًا الی قیام الساعة وبه یفتی۔[108]	اور اگر اس کا ارد گرد ویران ہوگیا اور اس کی ضرورت نہ رہی تو مسجد باقی رہے گی، امام صاحب اور امام ثانی (امام ابویوسف) کے نزدیک ہمیشہ قیامت تک، اور اسی پر فتوٰی ہے

حاوی القدسی و بحر الرائق و رد المحتار میں ہے:

واکثر المشائخ علیه مجتبی وھو الاوجه فتح[109]۔ اھ	اسی پر اکثر مشائخ ہیں، مجتبٰی، اور یہی اوجہ ہے۔ فتح (ت)

ثانیًا یہ قول امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ جسے علامہ عینی نے اصحابنا کی طرف نسبت کیا، خاص اسی حالت میں ہے جب وہ شے موقوف اس غرض کی صلاحیت سے بالکل خارج ہوجائے جس کے لیے واقف نے وقف کی تھی اصلاً کسی طرح اس کے قابل نہ رہے۔ رد المحتار میں ہے:

ذکر فی الفتح مامعناه انه یتفرع علی الخلاف المذکور مااذا انھدم الوقف ولیس له من الغلة مایعمر به فیرجع الی البانی اوورثته عند محمد خلا فا لابی یوسف لکن عند محمد انما یعود الی ملکه ماخرج عن الانتفاع المقصود للواقف بالکلیة۔[110]	فتح میں ذکر کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ خلاف مذکور پر یہ متفرع ہوتا ہے کہ جب وقف عمارت منہدم ہوجائے اور اس کی آمدنی نہ ہو جس سے اسے تعمیر کیا جائے تو وہ بنانے والے یا اس کے ورثاء کی طرف لوٹ جائے گا امام محمد کے نزدیک، اس میں ابویوسف کے خلاف ہے۔ لیکن محمد کے نزدیک اس کی ملک میں صرف وہی لوٹے گا جس سے بالکل نفع ممکن نہ ہو۔

یہ بات مقبرہ مذکور میں کیونکر متصور ہو کہ ہنوز تہائی میدان حسبِ بیان سائل بالکل خالی پڑا ہے

ثالثًا شاید یہ بھی کچھ اندیشہ گزرا کہ اس مقبرے کے ساتھ مسجد کی بھی خیر نہیں، مبادا عوام بھڑک جائیں ان وجوہ سے ذکر اصحابنا چھوڑ کر قال ابن القاسم کا یہ سرا پکڑا، مگر غافل، کہ جن تین اندیشوں سے

---

[107] عمدۃ القاری باب ھل تنبش قبور مشرکی الجاہلیہ الخ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۴/ ۱۷۹

[108] در مختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۹

[109] ردالمحتار کتاب الوقف مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۰۶

[110] ردالمحتار کتاب الوقف مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۰۶

گریز فرمایا وہی تینوں یہاں بھی آپ پر عائد بلکہ مع شیئ زائد:

اوّل تو وجہ سابع میں دیکھ چکے کہ خلاف مفتٰی بہ ہونا درکنار وہ دوسرے مذہب کا کوئی قول ضعیف بھی نہیں۔

اور **ثانی** یوں کہ کلام ابن القاسم میں عفت ودرست ہے۔ عفاء دروس نیست ونابود وناپید وبے نشان ہونا ہے، یہ اس مقبرے پر کہاں صادق کہ سائل کہتا ہے، پرانی شکستہ قبریں پائی جاتی ہیں تو ابھی نیست ونابود وناپید نہ ہوا اور اس روایت خارجہ نے بھی آپ کو کام نہ دیا۔ اور ثالث یوں کہ جب ان کی رائے میں مجرد وقفیت موجب اتحاد معنٰی وجواز اقامت بجائے یک دگر ہے تو جیسے مقبرے کو مسجد کرنا روا، یوں ہی مسجد کو مقبرہ۔ یوں مسجد کو سراء اور سرائے کو بیت الخلا، **فان الکل وقف من اوقاف المسلمین لا یجوز تملیکہ لاحد فمعنی الکل علی ھذا واحد** (کیونکہ یہ سب مسلمانوں کے اوقاف میں سے وقف کی صورتیں ہیں تو کسی کو اس کا مالک بنانا جائز نہیں اس اعتبار سے سب کا معنی ایک ہے) پھر مفر کدھر! تاسعًا ذرا براہ مہربانی تھوڑی دیر کو ہوش میں آکر فرمائے کہ ابن القاسم نے کہا مقبرے کو بعد بے نشانی مسجد کردینا روا، اور ابولقاسم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: مقابر پر مسجد بنانا حرام، آپ کے نزدیک یہ دونوں حکم حالت واحد پر وارد جب تو آپ کا ایمان ہے کہ ابن القاسم کی بات کو حق جانیں اور ابوالقاسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد نہ مانیں، اور اگر حالت مختلف ہے تو پہلے وہ فرق معین کیجئے جس پر ان دونوں احکام کا انقسام ہوگا، کیا فقط نو کہن کا تفرقہ ہے کہ نئی قبروں پر مسجد بنانا حرام، اور جہاں ذرا پرانی پڑیں، اب ان پر نماز جائز ہوگی یا فقط اوپر کا نشان مٹ جانا چاہئے یا یہ ضرور ہے کہ لاشوں کے تمام اجزا، ساری ہڈیاں بالکل خاک ہوجائیں، مردے بجمیع اجزاء تراب خالص کی طرف استحالہ کریں، اس کے بعد روا ہے۔

اوّل تو بداہۃً باکل، اور شاید بعلّت وہابیت آپ کے یہاں تو شرک ہو اور ثانی بھی اسی کی مثل ہو کہ نشان بالانہ قبر ہے نہ قبر کے لیے رکن شرط، تو اس کا عدم ووجود یکساں، معہذا اس مقبرے میں یہ صورت بھی ہنوز متحقق نہ ہوئی کہ نشان قبر موجود ہیں اور آپ کا حکم بے تخصیص ثلث خالی صاف مطلق ہے کہ "مدرسہ وقفی بنانا گورستان میں درست ہے" اور آپ کے مقلد نے اس اطلاق کی صریح تصریح کردی ہے کہ "بناء مدرسہ اس جگہ میں خصوصًا حصہ خالی میں درست ہے۔" اس خصوص نے عموم کو واضح کردیا، لاجرم ثالث لیجئے گا، اب یہ آپ پر لازم تھا کہ دلیل شرعی سے اس مدت کی تعیین کرتے، جس میں مردے کی ہڈی پسلی کا اصلًا نام ونشان نہیں رہتا۔ سب سے پچھلی جو میّت دفن ہوئی اسے اتنی مدت گزر چکی، ان دو مرحلوں کو بغیر طے کئے حکم جواز لگادینا محض جہل تھا، اتنا یاد رکھئے کہ مجرد شک یہاں کام نہ دے گا کہ "**الیقین لا یزول بالشک**" (شک سے یقین زائل نہیں ہوتا۔) عقل ونقل کا قاعدہ اجماعیہ ہے وجود مانع یعنی بعض اجزائے اموات پر یقین نہ ہو، حکمِ حرمت وممانعت ہی رہے گا اور آپ کے لیت ولعل سے کام نہ چلے گا،

توظاہر ہوا کہ اس روایت خارجہ عن المذہب کا دامن پکڑنا بھی محض سوءِ فہم وبندگی وہم تھا و باللہ العصمۃ۔

عاشرًا لطف یہ ہے کہ اس روایت خارجہ میں شرط استغناء عن الدفن لگائی گئی ہے۔آیا اس سے یہ مراد کہ اس کے سوا دوسری جگہ دفن ہوسکتا ہو، جب تو یہ شرط محض لغو وعبث ہے، وہ کون سا گورستان ہے جس کی طرف احتیاج دفن بمعنی **لولاہ لامتنع** (اگر وہ نہ ہو تو منع ہے۔ت) ہے۔ نہ ہر گز تعطل وویرانی، اوقاف میں صرف اس قدر ملحوظ ہوتا ہے کہ یہاں مطمح النظر دو امر رہتے ہیں، ایک عدم محتاجین یعنی وہاں آبادی نہ رہی، لوگ متفرق ہوگئے، اب حاجت کسے ہو، جیسے جواب دوم میں عالمگیری ومحیط سے دربارہ مسجد وحوض گزرا کہ **خرب ولایحتاج الیہ لتفرق الناس** (جو ویران ہوجائے لوگوں کے وہاں سے چلے جانے کی وجہ سے اس کی احتیاجی نہ رہے۔ت) دوسرے عدم حاجت بوجہ عدمِ صلوح، یعنی وہ شے کسی مانع وقصور ونقص کے سبب اب اس کام کی نہ رہی، مثلاً زمین پر پانی نے غلبہ کیا کہ دفن کی گنجائش نہ رہی، فتاوٰی کبرٰی وجامع المضمرات وہندیہ واسعاف وغیرہا میں ہے:

امرأۃ جعلت قطعۃ ارض لہا مقبرۃ واخرجتہا من یدہا ودفنت فیہا ابنہا وتلك القطعۃ لاتصلح المقبرۃ لغلبۃ الماء عندہا فیصیبہا فساد فارادت بیعہا، ان کانت الارض بحال لایرغب الناس عن دفن الموتی لقلۃ الفساد لیس لہا البیع وان کانت یرغب الناس عن دفن الموتی لکثرۃ الفساد فلہا البیع[111]۔	ایک عورت نے اپنی زمین کے ایک ٹکڑے کو قبرستان بنادیا اور اسے اپنے ہاتھ سے نکالا اور اس میں اس اپنے بیٹے کو دفن کردیا مگر یہ ٹکڑا غلبہ پانی کی وجہ سے قبرستان کے لیے درست نہ رہا تو اس نے اسے بیچنے کا ارادہ کیا، اگر زمین ایسی ہے کہ لوگ اس میں اپنے مردوں کو دفن کرنے سے پہلو تہی نہیں کرتے ہیں کیونکہ فساد زائد نہ تھا تو وہ عورت اس ٹکڑے کو بیچ نہیں سکتی اور اگر لوگ اس میں زیادہ خرابی کی وجہ سے مردے دفن نہیں کرتے ہیں تو وہ عورت بیچ سکتی ہے۔

پرظاہر کہ صورت مستفسرہ میں ہر گز نہ عدم محتاجین ہے نہ عدم صلوح، پھر شرط استغناء کب متحقق ہوئی اور تغیر وقف کی اجازت کس گھر سے ملی، تو روشن ہوا کہ مجیب سوم کا اس روایت خارجہ سے تمسک محض **تشبث الغریق بالحشیش** (ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ت) تھا۔ **ولاحول ولا قوۃ الاّباللہ العلی العظیم۔ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی بالتوفیق۔**

تنبیہ: یہ مجیب سوم پر تلک عشرۃ کاملۃ ہیں اوران کار داں کے سب اتباع واذناب کے رو سے مغنی۔

وکل الصید فی جوف الفراء

(یہ عرب کا قول بطور مثل اس وقت بولا جاتا ہے جب بہت سی حاجتوں میں سے بڑی حاجت پوری ہوجائے)

[111] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوقف الباب الثانی عشر فی الرباطات الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۷۱

اور اذناب کے پاس ہے ہی کیا سوا امام زیلعی کے۔ روایت امام زیلعی رحمہ اللہ تعالی علیہ جسے خود مولوی گنگوہی صاحب نے کچھ سوچ سمجھ کر چھوڑ دیا اور روایت فقہیہ نہ لکھنے کے لیے بے مہلتی کا بہانہ لیا، مجیب اول نے لکھی مجیب دوم سلمہ نے جواب دیا، بعض اذناب سوم نے بے تعرض جواب پھر اسی کا اعادہ کیا، مگر جناب گنگوہی صاحب چرکے کہ یہاں مقبرہ وقف میں کلام ہے۔ مجھے خاص دوسرے مکان وقفی کی اجازت نکالنی مشکل پڑی ہے، ہل چلانا، کھیتی کرنا کہ اس روایت امام زیلعی میں جائز ہو رہا ہے، کس گھر سے جائز کرسکوں گا لہذا ہوشیارانہ اس سے عدول کیا جو اذناب کی سمجھ میں نہ آیا، غالبًا اب تو ناظرین نے اس روایت کا محل و محصل سمجھ لیے ہوں گے۔

صاحبو! اس سے مقصود زمین مملوک، یعنی اگر کسی کی ملک میں کوئی میّت دفن کردی گئی ہو، تو جب وہ بالکل خاک ہوجائے مالک کو رواہے کہ وہاں کھیتی کرے، گھر بنائے جو چاہے کرے،

لان الملك مطلق والمانع زال وھذا ایضا اذاکان ذٰلك باذنه والافغی الغصب له اخراج المیّت وتسویة الارض کماھی لحدیث لیس لعرق ظالم حق[112]۔	کیونکہ ملک مطلق ہے او رمانع زائل ہوگیا اور یہ بھی اس صورت میں ہے جبکہ اس کی اجازت سے ہو، ورنہ غصب کی صورت میں اسے حق ہے کہ میّت کو نکالے اور زمین برابر کرے جیسے کہ تھی، کیونکہ حدیث میں ہے کہ زمین پر ظالم کا حق نہیں۔

علّامہ مدقق علائی قدس سرہ نے درمختار میں اسے ایسے نفیس سلسلے میں منسلک کیا جس نے معنی مرادی کو کھول دیا، مجیب اول نے یہ روایت وہیں سے اخذ کی، مگر علامہ مدقق کے اشارات تک ہر فہم کی دسترس کہاں! درمختار میں فرمایا:

لایخرج منه بعد اھالة التراب الالحق اٰدمی کان تکون الارض مغصوبة اواخذت بشفعة، ویخیر المالك بین اخراجه و مساواته بالارض کما جاز زرعه والبناء علیه اذا بلٰی وصار ترابًا زیلعی[113]۔	مُردے کو مٹی ڈالنے کے بعد صرف حقوق العباد کی وجہ سے نکالا جائیگا، جیسے زمین مغصوبہ ہو یا شفعہ سے لی گئی ہو، اور مالک کو اختیار ہوگا کہ اسے نکالے یا زمین برابر کردے، جیسے کہ اس پر عمارت بنانا او رکھیتی باڑی کرنا مردوں کے گلنے سڑنے اور مٹی ہوجانے کے بعد درست ہے زیلعی (ورنہ مقبرہ وقفی میں کھیتی کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں)

ہدایہ میں ہے:

[112] المعجم الکبیر حدیث ۵ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۷/ ۱۴

[113] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۶

فی غایة القبح ان یقبر فیه الموتٰی سنة و یزرع سنة[114]۔	یہ بات انتہائی قبیح ہے کہ ایک سال اس میں مردے دفن کیے جائیں اور ایک سال کھیتی باڑی کی جائے۔(ت)

بات یہ ہے کہ وہابیہ کی نگاہ میں قبور مسلمین بلکہ خاص مزارات اولیائے کرام علیہم الرضوان ہی کی کچھ قدر نہیں، بلکہ حتی الوسع ان کی توہین چاہتے ہیں اور جس حیلے سے قابو چلے انھیں نیست ونابود وپامال کرانے کی فکر میں رہتے ہیں ان کے نزدیک انسان مرا اور پتھر ہوا، جیسے وہ خود اپنی حیات میں ہیں کہ مالا یسمع ولایبصر ولایغنی عنك شیئًا (جو سنے نہ دیکھے اور نہ تیرے کچھ کام آئے، ت) حالانکہ شرع مطہر میں مزاراتِ اولیاء تو مزارات عالیہ عام قبور مسلمین مستحقِ تکریم وممتنع التوہین، یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں: "قبر پر پاؤں رکھنا گناہ ہے کہ سقفِ قبر بھی حق میّت ہے۔" قنیہ میں امام علائے ترجمانی سے ہے:

یاثم بوطء القبور لان سقف القبر حق المیّت[115]۔	قبر پر پاؤں رکھنا گناہ ہے کہ سقفِ قبر بھی حق میّت ہے۔

حتی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جن کی نعلین پاک کی خاک اگر مسلمان کی قبر پر پڑ جائے تو تمام قبر جنت کے مشک، عنبر سے مہک اُٹھے، اگر مسلمان کے سینے اور رمنہ اور سر اور آنکھوں پر اپنا قدم اکرم رکھیں اس کی لذت و نعمت وراحت وبرکت میں ابدالآباد تک سرشار وسرفراز رہے۔ وہ فرماتے ہیں:

لان امشی علٰی جمرة اوسیف احبُّ الیّ من ان امشی علٰی قبر مسلم[116]۔ رواہ ابن ماجة بسند جید عن عقبة بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنه۔	بے شک چنگاری یا تلوار پر چلنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں کسی مسلمان کی قبر پر چلوں، اسے ابن ماجہ نے سند جید کے ساتھ عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

اور وہابیہ کو اس کی فکر ہے کہ کسی طرح مسلمانوں کو قبروں پر مکان بنیں، لوگ چلیں پھریں، قضائے حاجت کریں، بھنگی اپنے ٹوکرے لے چلیں۔

اگر ایں ست پسند تو نصیب بادا
(اگر یہی تجھے پسند ہے تو تجھے نصیب ہو۔ت)

[114] الہدایة کتاب الوقف المکتبة العربیة کراچی ۲/ ۶۱۸
[115] فتاوٰی قنیہ کتاب الکراھیة والاستحسان مکتبہ مشتہرہ بالمہانندیہ کلکتہ بھارت ص ۱۶۷
[116] سنن ابن ماجة باب ماجاء فی النہی عن المشی علی القبور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۳

ولاحول ولاقوۃ الاّ باللہ العلی العظیم ○ واذا اخذت المسئلۃ حقھا من البیان ولنکف عنان القلم ○ حامدین للہ سبحنہ وتعالٰی علی ما علم وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہٖ واصحابہ وسلم واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم عز شانہ احکم۔	طاقت وقوت صرف اللہ تعالٰی کے لیے ہے جب میں نے مسئلہ کما حقہ بیان کردیا تواب چاہئے اللہ تعالٰی کی حمد کرتے ہوئے قلم کو روکیں کہ اسی نے علم دیا، اور درود و سلام ہو ہمارے آقا و مولا حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر اور آپ کے صحابہ پر، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم عز شانہ احکم (ت)

تمّت

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا خاں البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفی النبی الامّی صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم

محمدی سنی حنفی قادری عبدالمصطفٰی احمد رضا خاں (۱۳۰۱ھ)

ان ھٰذا لھو الحق والحق بالاتباع احق۔ (بے شک حق یہی ہے اور حق ہی اتباع کے زیادہ لائق ہے۔ت)

(محمد سلطان)

اس میں جو کچھ بیان ہے سب مطابق احکام شریعت وسلف صالحین ہے، مسلمان ان سب کو تمسک کریں، مؤلّف علّام کو خدائے برتر جزائے خیر دے اور مقبول خاص وعام کرے اور مجھ کو بھی ثواب سے محروم نہ فرمائے، والصلوٰۃ والسلام علٰی خیر الانام وآلہٖ واصحابہ الکرام۔ المذنب المدعو محمد عبداللہ عفی عنہ

مسائل بالاکہ علمائے دین متین وفضلائے امت (رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم) تحریر و تقریر فرمودند ہمہ حق و راست و درست اند۔ شاکی اینہا مردود و فاسق اند۔	اوپر والے مسائل جن کو علمائے دین متین وفضلائے امّتِ رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لکھا ہے اور بیان کیا سب کے سب درست اور صحیح ہیں ان میں شک کرنیوالے مردود اور فاسق ہیں (ت)

العبد الضعیف الراجی الی رحمۃ اللطیف محمد نعیم پشاوری عفی اللہ عنہ وعن والدیہ والمومنین والمومنات، آمین ثم آمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامدًا ومصلیًا ومسلمًا علٰی رسولہ سیدنا محمدٍ والہٖ واصحابہ واولیاء امتہ ومتبعیھم اجمعینo جو کچھ مولانائے مجیب جامع المعقول والمنقول حلالِ مہمات فروع واصول مولوی محمد عمر الدین صاحب الحنفی القادری "جزاہ اللہ تعالٰی خیر الجزاء" نے صورت مسئولہ میں تحریر فرمایا ہے وہ سب حق صواب ہے، جوابِ لاجواب ہے، پسندیدہ اولی الالباب ہے۔ حنیف مذہب کے مطابق قبروں کو کھود کر صاف میدان کردینا اور اس پر مکان وغیرہ بنانا ہرگز درست نہیں، اس کی تحقیق مولائے مجیب نے عمدہ طور سے فرمائی ہے۔ کوئی دقیقہ فروگذاشتہ نہیں کیا، معترضوں کے کل اعتراض نہایت خوش اسلوبی سے اٹھادئے ہیں اور منکروں کے سب خدشات دفع کردئے ہیں پھر تحریر مہر تنویر فاجل کامل ، عالم، عامل، محقق علوم عقلیہ، مدقق فنون نقلیہ قالع اصول مبتدعین، قامع اوہام نجدین، حامی سنن ماحی فتن مجدد مائتہ حاضرہ، حجۃ قاہرہ مولٰنا الحاج احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ تعالٰی فیوضاتہم تو منکروں پر بجلی سی کڑک پڑی، رشید گنگوہی کی تحریر پر تزویر کے تو خوب پرخچے اڑائے، ایسا امر کوئی فروگزاشت نہ ہوا کہ جس کے لکھنے کی کسی کو تکلیف ہو۔ پس فقیر نے طول دینا مناسب نہ سمجھا۔ لہٰذا اختصار سے کام لیا گیا، ان فتووں کا انکار بجز، فرقہ نجدیہ وہابیہ، اسمٰعیلیہ، ہندیہ، اسحاقیہ، رشیدیہ گنگوہیہ شیطانیہ خذلہم اللہ تعالٰی فی الدنیا والاٰخرۃ کے کوئی نہ کرے گا، اہل سنت وجماعت کو ان دجاجلہ ضلالت کیش وابالسہ ابطالت اندیش کی صحبت سے پرہیز کرنا لازم ہے اور سلام وکلام قطع کرنا واجب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب حررہ الراجی الی لطف ربہ القوی عبدالنبی الامی السید حیدر شاہ القادری الحنفی تجاوز اللہ تعالٰی عن ذنبہ الجلی والخفی، وحفظ عن موجبات الکی والغی بحرمۃ النبی الھاشمی الامّی صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ واصحابہ وسلم۔ متوطن کچھ بھوج المعروف بہ پیر بھروالہ نزیل بمبئی۔

عبدالنبی الامّی الحنفی۔ سید حیدر شاہ قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی رزق الانسان علمًا وسمعًا وبصرا فی الحیاۃ وبعد الممات، فالموتٰی یعرفون الزّوار و یسمعون الاصوات والصلوۃ والسلام الاتمام الاکملان علٰی من ھدانی الی الصراط المستقیم وقانا بھا من نار الجحیم التی اعدت للکٰفرین والماردین من النیا شرۃ	سب تعریفیں اس اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جس نے انسان کو زندگی اور بعد از موت جاننے، سننے اور دیکھنے کی قوت بخشی، اتم واکمل، درود وسلام ہو اس ذات پر جس نے ہمیں سیدھی راہ دکھائی اور ہمیں نار جہنم جو کافروں سرکشوں، رب العالمین کو جھٹلانے والوں شیطان لعین کو اولین وآخرین کے علم پر فضیلت

والمکذبین لرب العالمین، والمفضلین للشیطان اللعین علی علم الاولین والاٰخرین صلی الله تعالٰی علیه وعلی اله واصحابه وابنه وحزبه اجمعین، وعلینا بهم یا ارحم الراحمین، وبعد فلما رأیت جواب ناصر الدین المتین ومولٰنا المولوی محمد عمر الدین وجدته موافقا للسنة دافعا للفتنة، ونظرت تحریر المولوی رشید احمد گنگوہی فما هو الاضلال مبین وهتك لحرمة المومنین ، ومارد به علیه خاتم المحققین عمدة المدققین عالم اهل السنة مجدد المائة الحاضرة سیدی ومرشدی و کنزی وذخری لیومی وغدی مولٰنا المولوی محمد احمد رضاخان ابده الله لواهب الفیض والمواهب فلا اجد لسانا ثناء علیه غیر ان اقول لا شك انه الصدق الصراح والحق القراح فجزاهم الله خیر الجزاء عن الاسلام والمسلمین بحرمة سید المرسلین صلی الله تعالٰی علیه وسلم، والله تعالٰی اعلم بالصواب وعنده ام الکتاب قاله بفمه ورقمه بقلمه محمد المدعو بظفر الدین المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی الرضوی المجددی البهاروی العظیم اٰبادی۔

محمدی سنی حنفی قادرے ابوالبرکاتی محمد ظفر الدین

دینے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے، سے بچایا، درود وسلام ہو آپ پر اور آپ کے آل، اصحاب، بیٹے، گروہ سب پر اور ان کے وسیلہ سے ہم پر یا ارحم الراحمین، بعد ازیں جب میں نے دین متین کے ناصر مولٰنا مولوی محمد عمر دین کے جواب کو غور سے دیکھا تو اسے سنت کے موافق اور فتنہ سے مدافع پایا، او ر مولوی رشید احمد گنگوہی کی تحریر پر نظر کی تو اسے گمراہ کن اور توہین مومنین سے مملو پایا، اور خاتم المحققین، عمدۃ المدققین، عالمِ اہل سنت، مجدد مائۃ حاضرہ میرے سردار۔یرے مرشد م میرے کل اور آج کے لیے ذخیرہ وخزانہ مولٰنا احمد رضا خاں (اللہ تعالٰی اس کی عطاؤں اور فیض کو ہمیشہ جاری رکھے) نے جو اس پر رد فرمایا میرے پاس ایسی زبان نہیں کہ اس کی تعریف کرسکوں، ہاں اتنا ضرور کہوں گا کہ بے شک وہ صاف سچ اور خالص حق ہے، اللہ تعالٰی سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے طفیل اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے انھیں جزائے خیر عطا فرمائے، اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے اور اصل کتاب اسی کے پاس ہے۔ محمد ظفر الدین محمدی سنی حنفی قادری برکاتی رضوی مجددی بہاروی عظیم آبادی نے اسے بزبان خو دکہا ہے اور اپنے قلم سے لکھا ہے۔ (ت)